ماہنامہ

المرشد

جنوری 2017ء

ربیع الاوّل/ربیع الثانی 1438ھ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللهِ
قَالَ الذَّاكِرُونَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ ۔۔۔(رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''مفرد لوگ بازی لے گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مفرد کون ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔

سلوک کی راہ میں مسلسل محنت کی ضرورت ہے، کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ جہاں بندہ محنت چھوڑ دے اور کام ہوتا رہے۔ تادم واپسیں مجاہدہ کرنا ہے۔ (صفحہ نمبر:11)

(الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی)

تصوف

تصوّف

ہر لفظ جو ہماری قوتِ سماعت سے ٹکراتا ہے اس کے ہمراہ ایک کیفیت بھی وارد ہوتی ہے جس کو دل موصول کرتا ہے۔ لمحے کی تاخیر کے بغیر دل کی وصول شدہ کیفیت ہمارا حال بن جاتی ہے، اس کے لئے انسان کو کوئی تردّد نہیں کرنا پڑتا۔ خوشی کی خبر سن کر جھوم اُٹھنا، غم کی خبر سُن کر افسردہ ہونا، فضول بات سن کر بھڑک اُٹھنا یہ سب وہ احوال ہیں جو ہم ہر روز تجربہ کرتے ہیں۔ اللہ کے کلام کی یہ شان ہے کہ اس کے ہر لفظ کے ساتھ کیفیات کا، نور کا سمندر ہوتا ہے جو دل میں اتر جائے تو بشاشت کے ساتھ ساتھ حال بن جاتا ہے اور یوں انسان سراپا تعمیل بن جاتا ہے۔ اس نور کو جس مخزن پر نازل فرمایا گیا وہ ہے قلبِ اطہر محمد رسول اللہ ﷺ جس پر قرآنِ مبین نازل ہوا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے! جن لوگوں کو بارگاہِ نبوی علیہ صلوٰۃ والسلام میں حاضری نصیب ہوئی اور حالتِ ایمان میں ایک نگاہِ نبوی نصیب ہوگئی اُن کے قلوب کیفیات اور نور کو اس سرعت سے جذب کرتے گئے کہ مادّی وجود کے خاکی ذرّات بھی منوّر ہو کر اللہ اللہ پکارنے لگے۔ یہ عمل تزکیہ تھا جو فرائض نبوی میں اتنا اہم فریضہ ہے کہ کتاب کی تعلیم سے مقدم رکھا گیا۔ تزکیہ یعنی قلوب کی طہارت، صفائی اور جلا کا ترجمہ تصوّف ہے۔

بعثتِ عالی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور وسعت کا یہ عالم ہے کہ قیامِ قیامت تک آنے والے ہر قلب کو جتنی بھی کیفیات چاہئیں جتنا بھی نور چاہیے وہ سراجِ منیر ﷺ کے قلبِ اطہر سے ہر آن جاری وساری ہے۔

لیکن اب درمیان میں چونکہ صدیاں حائل ہیں لہٰذا ایسے روزن کا اہتمام کرنا پڑے گا جس سے ہمارے دلوں تک بھی وہ ضیاءِ قلبی پہنچ کر کلامِ الٰہی، احکامِ الٰہی کو ہمارا حال بنادے۔ اس شعبۂ دین کو تصوف کہتے ہیں اور وہ سینے جو آفتابِ رسالت ﷺ سے نور اور برکات وکیفیات کا خزینہ پا کر خورشید بن جاتے ہیں مشائخ عظام کہلاتے ہیں۔ شیخ کی صحبت میں دل کو رزائل اخلاق سے پاک کرنے کی سعی تصوّف ہے۔ اس کا حاصل حضورِ حق ہے پھر احکامِ الٰہی کانوں سے نہیں بلکہ قلب کے کانوں سے سنے جاتے ہیں۔ جمالِ باری دل کی بصارت سے دیکھا جاتا ہے اور یوں شریعت کی راہ پر خلوصِ قلبی کے ساتھ انسان رواں دواں رہتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ
المرشد
PS/CPL#15

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جنوری 2017ء ربیع الاول/ربیع الثانی 1438ھ

جلد نمبر 38 شمارہ نمبر 05

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرقِ وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
خلوص اور مسلسل مجاہدہ	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	16
اکرم التفاسیر سورۃ الصّٰفّٰت 1 تا 21	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	22
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	28
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	33
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	36
توبہ کا بیان (قسط نمبر 2)	ترجمہ: مولانا فخر الدین احمد صدیقی	40
مسائی جمیلہ	امجد محمود اعوان، اسلام آباد	45
طب، کاجو	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	49
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

ختم خریداری کی اطلاع

یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381
Mob:0303-4409395, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:0543-562200, Fax:0543-562198 Email:darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ --- وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (سورۃ البقرہ: 84-83)

یہی ایک بات تھوڑی ہے بھلا! وہ وقت یاد کرو کہ جب ہم نے تم سے یہ عہد لیا کہ اپنا خون نہ گراؤ گے اور نہ اپنی جانوں کو وطن سے نکلنے پر مجبور کرو گے۔

یہ ہے اخوتِ اسلامی کہ مسلمان سارے ہی ایک بدن کے اجزاء ہیں۔ اگر مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو گویا وہ اپنا ایک حصہ جسم کاٹ رہا ہے۔ یہ ایسا عہد ہے کہ جس کا تم نے نہ صرف اقرار کیا تھا بلکہ اب تک تسلیم کرتے ہو اور مانتے ہو۔

ثُمَّ اَنْتُمْ --- وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ البقرہ: 85)

پھر کیا تم نے اس کا پاس کیا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اے یہود یا اے بنی اسرائیل! یہ تم ہی ہو جو آپس میں ایک دُوسرے کا گلا کاٹتے ہو اور اپنوں کو اس قدر تنگ کرتے ہو کہ وہ ترکِ وطن پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر جب کسی کو قید کی حالت میں پاتے ہو تو اُسے آزاد کراتے ہو اور اس کی خاطر رقمیں خرچ کرتے ہو کہ ہمارا دینی بھائی ہے حالانکہ اس کو اس ذلت تک پہنچانے کے ذمہ دار بھی تو تم ہی ہو اور اس کو ذلیل وخوار کر کے ترکِ وطن پہ مجبور کرنا، اس کو ایذا دینا ہی تم پر حرام تھا۔ وہاں تمہیں اللہ کی اطاعت کیوں بھول گئی؟ کیا اللہ کی کتاب کے بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کر بیٹھے ہو کہ اُسے کچھ اہمیت ہی نہیں دیتے۔ سو اگر انکار ہی ہے تو یاد رکھو کہ تمہارے اس فعل پر تمہیں دنیا میں ذلت نصیب ہوگی اور تم کبھی عزت کی زندگی بسر نہ کر پاؤ گے یعنی جس شے کے حصول کے لیے تم نے دوسروں کی گردن کاٹی کہ میں اُس کی دولت سمیٹ لوں یا میری دھاک بیٹھ جائے، وہ تمہیں حاصل نہ ہو سکے گی اور یہی اُصول ان قوموں پر لاگو ہے جو اس جرم کا ارتکاب کرتی ہیں کہ عزت کی زندگی سے محروم ہو جاتی ہیں، اور خانہ جنگی کبھی عروج کا سبب نہیں بنی اور یہ تو اس عمل کا دنیاوی نتیجہ تھا۔

اب آخرت میں اس عمل کے ساتھ احکامِ الٰہی کا انکار اگرچہ ایک ہی کیوں نہ ہو، بھی شامل ہو گیا جو کفر ہے۔ صرف عمل نہ کرنا تو فسق ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ لوگ کہتے ہیں یہ حکم ہے ہی فضول اور ناقابلِ عمل، تو یہ صریح کفر بن جاتا ہے اور اشد عذاب یعنی بہت سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا اور یاد رکھو! اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح آگاہ ہے یعنی ایسا بھی ہرگز نہیں کہ دیکھ تو رہا ہو مگر نگاہ میں سستی ہو اور موٹی موٹی باتیں دیکھ لیں کچھ رہ بھی گئیں۔ نہیں، ہرگز نہیں! وہ پوری طرح تمام اعمال وافعال کے ساتھ سارے دلی عقائد کو بھی دیکھ رہا ہے۔

اداریہ

رُوداد

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (اٰلِ عمران:132)

یوں تو لمحہ لمحہ قیمتی اور نایاب ہے چونکہ گزرا وقت کبھی پلٹتا نہیں مگر قیمتی لمحات میں بھی کچھ لمحے بیش قیمت ہوتے ہیں۔ بیش قیمت ہونا اسباب سے ہے، اب سبب جتنا اعلیٰ ہے قدر اتنی ہی بڑھتی جائے گی اور وقت تو بہر حال گذر جائے گا مگر اتنے ہی گہرے نقوش کے ساتھ کچھ یہی معاملہ چار(4) دسمبر 2016ء کو مرکزِ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ، دار العرفان میں منعقد ہونے والے جلسہ بعثتِ رحمتِ عالم ﷺ کا ہے۔

اس مبارک پروگرام میں جہاں وطنِ عزیز کے ہر گوشے کی نمائندگی موجود تھی وہاں مہمانانِ خصوصی کی حاضری میں تقریباً کوئی شعبہ زندگی تشنہ نہ تھا۔ پیغام کو عام کرنے کے لیے سوشل میڈیا سے پرنٹ والیکٹرونک میڈیا تک سب موجود تھے اور خواتین وحضرات کا ایک جم غفیر کہ جن کے جذبات دیدنی تھے۔

11:50 کے لگ بھگ تلاوتِ کلامِ پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا جس کی سعادت سلسلہ عالیہ کے ایک بزرگ صاحبِ مجاز صاحب نے حاصل کی۔ پھر شیخ المکرم مدظلہ العالی کی تحریر کردہ نعتِ مبارک آپ مدظلہ العالی کے ہی قائم کردہ تعلیمی ادارہ، صقارہ سائنس کالج کے فارغ التحصیل طالبعلم نے پڑھی۔ کیا الفاظ میں عقیدت تھی اور کیا آواز و الفاظ میں محبت، سبحان اللہ! مختصر وقت کے پیشِ نظر سٹیج سیکریٹری صاحب نے حضرت مدظلہ العالی کا تعارف پیش کرنے کے بعد دو معزز مہمانوں کو دعوتِ خطاب پیش کی۔ پھر بندۂ گنہگار نے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے موضوع پر چند گزارشات پیش کیں اور حضرت شیخ المکرم کو دعوتِ خطاب کی جسارت کی۔

حضرت دامت برکاتہٗ عالیہ نے انتہائی محبت وشفقت کے انداز میں اتنی مدلل گفتگو فرمائی کہ تینوں تقریروں کا احاطہ بھی ہوا اور حقیقی معنوں میں مقصد کی تبلیغ بھی۔ خلاصہ حاضر خدمت ہے۔

ماہِ مبارک ربیع الاوّل کے لیے اظہارِ محبت کا تقاضا ہے کہ حقیقی معنوں میں آپ ﷺ کا اتباع اختیار کیا جائے۔ ولادتِ مبارک کی خوشی منانے سے کوئی نہیں روکتا مگر کیا ہمارے عمل حدِّ ادب سے تجاوز تو نہیں کر رہے جنہیں اللہ جل شانہٗ نے کلامِ ذاتی میں مقرر فرمایا ہے۔ کہیں ہم اتباع کی جگہ رواجات کو تو نہیں اختیار کرتے جا رہے۔ کبھی ہم نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ اکثر علماء کی رائے ہے کہ آپ ﷺ کی ولادتِ مبارک نو(9) ربیع الاوّل کو ہے اور تقریباً ساری اسلامی تحقیق اتفاق کرتی ہے کہ بارہ (12) ربیع الاوّل، وصال نبوی ﷺ کا کٹھن ترین دن تھا کہ جس روز یہود نے میٹھا بانٹا اور خوشی منائی تھی۔ مزید آج کے حالات کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ من حیث القوم ہم دوسرے میں بہتری کے خواہاں ہوتے ہیں حالانکہ ضرورت ذاتی اصلاح کی ہے۔ مذہبی تفریق میں شدت پسندی ہو یا علاقائی ولسانی فسادات، تمام معاملات کا حل اتباعِ رسول ﷺ میں ہے چونکہ امتِ مسلمہ کے لیے واحد نقطۂ اتحاد نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور ایک روز آئے گا کہ شاہ و گدا اللہ کی عدالت میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور اختیار کے مطابق اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

اختتام پر اجتماعی دعا فرمائی جس میں عمومی ضروریات سے قومی مسائل تک کے حل کے لیے اللہ پاک کے حضور گزارشات اشک زدہ آنکھوں سے پیش کیں اور پھر مجمع، نمازِ ظہر کے بعد انتہائی بھاری قدموں سے رخصت ہوا!

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلا اِلٰهَ اِلاَّ اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

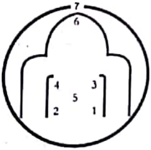

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزمِ فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہٗ مَن وخاتمہٗ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر	دل دروازہ	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

نعت

(منتخب اشعار)

یوں اکیلے میں جو گھبراتا ہے دِل
خط کے آنے سے بہل جاتا ہے دِل

عقل تو سمجھے جدائی کا سبب
ایسی باتیں کب سمجھ پاتا ہے دِل

رات کی سنتا ہے جب سرگوشیاں
پاس تجھ کو اس گھڑی پاتا ہے دِل

پاس میرے جس گھڑی کوئی نہ ہو
یاد سے تیری لپٹ جاتا ہے دِل

آ بھی جاؤ کب تلک تڑپاؤ گے
جاں بلب ہوں ڈوبتا جاتا ہے دِل

اب بتاؤ آپ ہی سیماب جی
ہجر میں کیسے سنبھل جاتا ہے دِل

آس جزیرہ سے انتخاب

اقوالِ شیخ

1۔ کتاب اللہ کا بیان کرنا، اس کے معنی متعین کرنا منصبِ رسالت ہے اور اسی کا نام حدیث ہے۔ لہٰذا اس کا انکار، ہدایت سے انکار اور رحمت سے محرومی ہے۔

(اسرار التنزیل، جلد:5، ص:99)

2۔ دردِ عشق کو پالینا کچھ بات ہی الگ ہے۔ اس کی محبت میں گُھل گُھل کے مرنا ایک اور ہی بات ہے۔ اس کے لیے راتوں کو تڑپ کر اُٹھ جانا کوئی اور معنی رکھتا ہے۔

(نقوش، ص:123)

3۔ یاد رہے! دنیا میں رہنا ہے تو دنیا کو برتنا بھی ہے۔ کمانا، کھانا، پہننا منع نہیں۔ ہاں صرف لذاتِ دنیا میں کھو جانا درست نہیں۔

(کنوزِ دل حصہ اوّل، ص:122)

4۔ لوگوں کو خوش کرنا مقصود نہیں ہے، لوگوں کو عذابِ الٰہی سے بچانا مقصود ہے۔ اللہ کریم کو خوش کرنا مقصود ہے۔

(تصوف کا حاصل، ص:12)

5۔ شیخِ کامل کی پہچان بھی یہی ہے کہ اس کی صحبت میں قلب منور ہو کر کردار کی اصلاح کا سبب بن جائے۔

(اصلاحِ قلب اور ضرورتِ شیخ، ص:5)

6۔ اس سے پہلے کہ تمہارے گلے میں کسی بادشاہ کی غلامی کا طوق ڈالا جائے، حضور اکرم ﷺ کی غلامی اپنی گردن میں ڈال لو۔

(سیاسی تحریک اور سانحۂ کربلا)

7۔ گویا تبلیغ کے لیے بھی قلب کا ذاکر ہونا ہی بنیادی بات ہے۔ جس کا اپنا دل غافل ہے، دوسرے کے دل پہ کیا اثر پیدا کرے گا۔

(اسرار التنزیل، جلد:4، ص:269)

8۔ صبر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو روک لیا جائے۔

(ماہنامہ المرشد، اپریل 2016ء، ص:27)

9۔ اہل اللہ پردہ تو فرما جاتے ہیں لیکن یہ لوگ مرا نہیں کرتے۔ دنیا سے چلا جانا موت نہیں ہے۔ موت اللہ کے نزدیک دین سے نکل جانے کا نام ہے۔

(کنز الطالبین، ص:108)

8۔ محبت ایک عجیب جذبہ ہے کہ ہر شے محبوب پہ نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(کنوزِ دل، ص:100)

بیان 7 نومبر 2016

خلوص اور مسلسل مجاہدہ

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ (سورۃ البقرہ:214)

الحمدللہ! انسانی مزاج بڑا عجیب ہے، اور ہر انسان کو اپنے آپ پر نظر رکھنی چاہئے۔ انسان کا مزاج یہ ہے کہ وہ ایک چیز کے لیے کوشش کرتا ہے، اسے بڑی حسرت ہوتی ہے فلاں چیز حاصل کرلوں، فلاں گاڑی لے لوں، ایسا گھر بنالوں۔ بڑی محنت کرتا ہے، بڑی کوشش کرتا ہے جب وہ مل جاتی ہے تو پھر اس کے دل سے اتر جاتی ہے، پھر اس کا شوق پورا ہوجاتا ہے، پھر وہ اسے عام بات کے طور پہ لیتا ہے۔ پھر کسی اور چیز کے پیچھے پڑ جاتا ہے، وہ مل جائے تو وہ بات بھول جاتی ہے۔ کتنی اس چیز کی خواہش تھی، کتنی اس نے اس چیز کے لیے محنت کی تھی پھر اس چیز کا عادی ہوجاتا ہے پھر اسے چھوڑ بیٹھتا ہے، پھر کسی اور چیز کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ وہ مل جائے، وہ مل جائے، بڑی محنت، بڑی کوشش، سرتوڑ لگ جاتا ہے کہ وہ مل جائے۔ چند دن، چند روز، چند مہینے، سال تو مشکل ہوجاتا ہے اس کے لیے، اس کا عادی ہوجاتا ہے، کہتا ہے، یہ نہیں کچھ اور اس سے زیادہ ملے۔ یہی حال اس کا دین میں بھی ہوتا ہے۔ اللہ کریم اسے توفیق دے دیں، اسے خیال آجائے، بڑی کوشش کرتا ہے توبہ کرلوں، رجوع الی اللہ کروں۔ توبہ کرتا ہے، رجوع الی اللہ کرتا ہے، نماز روزہ شروع کرتا ہے، پھر سمجھتا ہے عادت ہوگئی۔ پھر کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی، کبھی دیر ہوگئی کبھی سویر ہوگئی، آج فرصت نہیں ہے، آج طبیعت خراب ہے۔ یہی مصیبت تصوّف میں بھی ہے، ایک جذبہ بیدار ہوتا ہے کچھ کہیں سے پڑھ کر، کہیں سے سن کر، بزرگوں کے حالات پڑھے، کہیں واقعات سنے، اللہ نے توفیق دے دی، توبہ کی تلاش شروع ہوگئی۔

اللہ کریم کا بڑا احسان ہے فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (سورۃ العنکبوت:69)

انسان ساری چیزیں پا نہیں سکتا جن کے لیے محنت کرتا ہے۔ لوگ اقتدار کے لیے محنتیں کرتے رہے، اسی راہ میں مارے گئے، نابود ہوگئے، فنا ہوگئے۔ وہ حسرت پوری نہ ہوسکی۔ چند دن کے لیے ملا، چھن گیا۔ وہ اس میں لڑتے بھڑتے دنیا سے چلے گئے۔ دولت کے لیے کوشش کرتے رہے، جمع کرتے رہے، چھوڑ کر مر گئے۔ کسی کو ملتی ہے اور اکثر کو نہیں ملتی۔ جو کچھ پالیتے ہیں وہ بھی چھوڑ جاتے ہیں اور اکثریت ان کی ہوتی ہے جو کوشش کرتے کرتے مرجاتے ہیں۔ اقتدار نہیں ملتا، دولت نہیں ملتی، چیزیں نہیں ملتیں۔ لیکن جو اللہ کی طلب رکھتا ہے، جو بھی متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اللہ اسے محروم نہیں رکھتے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ سب سے قیمتی دولت ہے جو ہر

چاہنے والا پالیتا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا۔۔۔ یہ یاد رہے کہ بنیاد اس میں مجاہدے پر ہے، کام صرف خواہش اور آرزو سے نہیں ہوتا۔ اس چیز کی طلب میں جو ضروریات ہیں، جو مطالبات ہیں، جن کی ضرورت ہے، وہ کام کرنے پڑتے ہیں، محنت کرنا پڑتی ہے، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ روٹین ورک کو، امورِ عادیہ کو مجاہدہ نہیں کہا جاسکتا۔ ہم صبح شام ناشتہ کرتے ہیں، چائے پیتے ہیں، صبح شام کھانا کھاتے ہیں، اسے مجاہدہ نہیں کہا جاسکتا، یہ مجاہدہ نہیں ہے، یہ امورِ عادیہ ہیں۔ مجاہدہ وہ ہوتا ہے جو امورِ عادیہ سے بڑھ کر بنایا جائے۔ روزانہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں یہ کوئی مجاہدہ تو نہیں ہے یہ تو امورِ عادیہ میں سے ہے، ہماری عادت ہے وہ کام۔ جس کا اہتمام کرنا پڑے، امورِ عادی سے نہ ہو، جس کے لیے عادت سے اوپر جا کے محنت کرنا پڑے اس کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ میری طلب جو ہے، جو مجھے پانا چاہتا ہے، میری رضا کو پانا چاہتا ہے، میری خوشنودی چاہتا ہے، میرا قرب چاہتا ہے تو اسے امورِ عادیہ سے نکل کر اتباعِ رسالت مآب ﷺ پر محنت کرنا ہوگی، مشقت کرنا ہوگی۔ اپنے مزاج کو مجبور کرنا ہوگا اتباعِ رسالت پر اور اس پر مجاہدہ یعنی جو روٹین ورک ہے، جو عام لوگ کرتے ہیں اس سے بڑھ کر، زیادہ محنت کرنا پڑے گی۔ جو محنت کرے گا وہ مجھے پالے گا۔ لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا۔۔۔ ہم ان پر اپنے راستے کھول دیتے ہیں لیکن شرط مجاہدہ ہے۔ یہ آیۂ کریمہ یہ بھی بتاتی ہے کہ صرف مجاہدہ، تلاش کے لیے نہیں ہے، قربِ الٰہی کی کوئی حد، کوئی انتہا نہیں ہے۔

ایک عام آدمی کو، ایک درجے میں ایک کافر کو بھی اللہ کا ساتھ نصیب ہے۔ اسے زندگی کس نے دے رکھی ہے، اسے روزی کون دیتا ہے، اس کے باڈی سیل سے کام کون چلا رہا ہے، اس کا ایک ایک عضو بدن کیسے کام کر رہا ہے؟ ربّ العالمین چلا رہا ہے۔ بندہ نافرمانی کر رہا ہے اللہ مہربانی کر رہا ہے۔ وقت آئے گا جب پوچھا جائے گا کہ میرے ان احسانات کو تم نے مانا بھی نہیں۔ شکر تو تم کیا ادا کرتے، تم نے تسلیم ہی نہیں کیا کہ میں نے یہ مہربانیاں تم پر کیں۔ یہ کرم کر رہا ہوں وہ الگ بات ہے۔

مومن کو اعلیٰ درجے کی معیت، رضائے باری کے ساتھ حاصل ہے۔ ہر مومن کو اللہ کی معیت حاصل ہے، اللہ اس کے ساتھ ہے۔ اس کے ایک ایک عضو بدن کو بھی چلا رہا ہے، اسے نورِ ایمان دے رکھا ہے، اسے اپنی طلب دے رکھی ہے۔ بندہ ربّ سے باتیں کرتا ہے، سجدے کرتا ہے، مناجاتیں کرتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے، اس کے نبی ﷺ کا اتباع کرتا ہے۔

علمائے حق کو عام انسان سے زیادہ معیتِ باری حاصل ہے کہ انہیں ایک نور عطا فرمادیا جو کہ دین کا علم ہے۔ ان کے ہاتھ میں ایک شمع دے دی اور انہیں بے شمار مخلوق کا راہنما بنا دیا۔ اگر علمائے حق کے پاس کمالاتِ باطنی بھی ہوں تو کیا بات ہے، نورٌ علیٰ نور ہوگیا۔ لیکن ہر ولی کا اپنا درجہ ہے۔ اگر ایک بندے کے سارے لطائف روشن ہیں تو سارے لطائف والوں کا اپنا اپنا مقام ہے۔ مراقباتِ ثلاثہ ہیں کسی کے پاس تو اگر ہزار بندے ہیں ہزار کے مراقباتِ ثلاثہ ہیں، سب ایک جیسے نہیں ہیں، جیسا جس کا جتنا خلوص اور جتنا مجاہدہ ہے اس کے مطابق ہیں۔ خلوص ایک جذبہ ہے جس کا اظہار مجاہدے سے ہوتا ہے۔ جیسے ساری انسانی شکلیں ایک ہیں، دو ہاتھ ہیں، دو پاؤں ہیں، ٹانگیں ہیں، ناک ہے، کان ہیں، آنکھیں ہیں، سر ہے، منہ ہے، سب ایک جیسا ہے لیکن کوئی ایک دوسرے سے ملتا ہے؟ کھربوں انسان دنیا سے گزر چکے، کتنے آنے والے ہوں گے، اللہ ہی بہتر جانے! کتنے گئے، کتنے آئے ہیں۔ کوئی چھ ارب کے قریب یا کم وبیش اس وقت روئے زمین پر لوگ موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے؟ اسی طرح مقامات بھی نہیں ملتے، کیفیات بھی نہیں ملتیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی ہیں، بعض لوگ ایک ہی مراقبہ پر ہیں لیکن کیفیات و درجات اپنے اپنے ہیں۔ یہ درست نہیں کہ ایک چیز مل گئی پھر اسے چھوڑ دیا، نہیں۔ فرمایا: جَاهَدُوۡا۔۔۔ مسلسل مجاہدہ کرتے رہو۔ ایک بات تو

یہ ہے کہ کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ کوئی ولی اللہ ترقی کرتا کرتا وہاں پہنچ گیا تو آگے اللہ کریم بیٹھے ہیں، وہ پاس آ گیا، اب آگے کوئی راستہ نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ اللہ کریم وراء الوراء ہیں۔ قربِ الٰہی کہیں ختم نہیں ہوتا۔ یہ لامتناہی سفر ہے۔ یہ عمریں اگر ہمیں ہزار بار بھی ملیں اور ہر روز ہم بے پناہ ترقی کرتے رہیں تو پھر بھی سلوک کا راستہ ختم نہیں ہوتا۔ کوئی ایسی جگہ کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ یہاں اللہ کریم تشریف فرما ہیں اور ہم اللہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے، ایسا نہیں ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہر جگہ موجود ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا

مل نہیں رہا ہے تُو
ویسے ہر جگہ ہے تُو

انبیاء علیہم السلام سب سے زیادہ مقربانِ بارگاہ ہیں۔ ہر نبیؑ کا اپنا مقام ہے۔ ہر نبیؑ کی ہر لحہ ترقی جاری رہتی ہے۔ یہ ترقی دنیا کی زندگی میں مجاہدے پر مبنی ہے۔ انبیاءؑ سے بڑھ کے مجاہدہ کون کرے گا؟ انؑ کا ہر لحہ، ہر نبیؑ کی زندگی کا ہر لحہ، مجاہدہ ہوتا ہے۔ کفر سے ٹکراؤ ہمہ وقت یادِ الٰہی۔ انبیاءؑ کا تو فطری مزاج عصمت کا ہے۔ معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ غیر نبیؑ کو محنت کرنا پڑتی ہے، خواہ وہ صحابیؓ ہو۔ انسان کا مزاج اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ محنت کرتا رہے۔ جو دنیا میں اس میں کامیاب ہوتے ہیں برزخ میں بغیر ان کی محنت کے ترقی ہوتی رہے گی، جنت میں ہر لحہ ان کو ترقی نصیب ہوتی رہے گی، درجات بڑھتے رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اس دنیا کی چند روزہ زندگی کا انحصار مجاہدے پر ہے۔ یہ قربِ الٰہی کی، چاہت کا مطالبہ ہے۔ انبیاءؑ کے بعد سب سے اعلیٰ مقام صحابیت ہے۔ جنہوں نے صحبتِ انبیاءؑ پائی اور نورِ نبوت کی ضوفشانی کو براہ راست پایا، اپنے سینے منور کیے، خطاب اُن سے بھی یہی ہے کہ مجاہدے میں کمی نہ آئے۔ قرآن کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں۔ پہلے پہلے مخاطبین جو ہیں وہ صحابہ کرامؓ ہیں، پہلے پہلے مومن صحابہ کرامؓ ہیں، پہلے مسلمان صحابہ کرامؓ ہیں، انہیں خطاب ہوتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط (سورۃ البقرہ: 214) عامۃ المسلمین کو یہ خطاب ہوتا ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے جنت میں چھلانگ لگائی اور پہنچ جاؤ گے اور جس طرح کے مجاہدے تم سے پہلوں پر آئے وہ نہیں آئیں گے۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا؟ اپنے سے پہلوں کو دیکھو! دین کی بنیاد کو دیکھو، جن لوگوں کو اللہ نے دین کا داعی بنا دیا، روشن مثالیں بنا دیا، ان کی زندگیاں دیکھو، کتنے مقدس ومکرم لوگ تھے۔ شرفِ صحابیت سے مشرف تھے، جس طرح انہوں نے مجاہدے کیے تمہیں نہیں کرنے پڑیں گے؟ بارِ الٰہا انہوں نے کیسے مجاہدے کیے؟ فرمایا: مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ ۔۔۔ ان پر تنگی آئی، معاشی تنگی، سیاسی ماحول کی تنگی، کفر کے غلبے کی تنگی، ان کے لیے زندگی تاریک ہو گئی لیکن وہ ڈٹ گئے، مقابلہ کیا۔ اللہ نے ان کی مدد کی، اندھیروں کا جگر پھاڑ کے انہوں نے روزِ روشن برآمد کیے: وَالضَّرَّآءُ ۔۔۔ بیماریاں مصیبتیں، پریشانیاں آ گئیں۔

صحابہؓ وصحابیاتؓ عجیب لوگ تھے! مردوں کی نسبت خواتین بہت کمزور ہوتی ہیں، برداشت کم ہوتی ہے۔ اولاد کے معاملے میں باپ کی نسبت ماں زیادہ حساس بھی ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کہیں سفر پہ تھے، انہیں واپس آنا تھا، ان کا چھوٹا سا بیٹا تھا، چار پانچ سال کا، وہ بیمار ہو گیا پھر فوت ہو گیا۔ اسی روز انہیں واپس پہنچنا تھا۔ کیسے عجیب لوگ ہیں! اللہ کی خوشنودی تو بہت بڑی بات ہے۔ اس خاتون کو یہ احساس ہوا کہ میاں اتنے دنوں کے سفر کے بعد، تھکے ہارے آئیں گے، آگے بیٹے کی موت کی خبر ہو گی تو کتنے پریشان ہوں گے۔ اس نے نام نہیں لیا، کسی کو بتایا نہیں، بیٹے کو نہلا دھلا کر لٹا دیا، اوپر چادر ڈال دی۔ وہ شام کو لیٹ پہنچے تو پوچھا چھوٹا کہاں ہے؟ جی! سو گیا۔ کھانا پکایا، خدمت کی، آرام سے رات بسر کی۔ صبح ہوئی تو ان سے پوچھنے لگیں کہ مجھے ایک بات بتائیے کہ کسی نے ہمیں کوئی چیز استعمال کے لیے دی ہو، ضرورت کے لیے دی ہو پھر وہ اپنی چیز واپس مانگ لے تو کیسا ہے؟ صحابیؓ نے کہا اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہیے، اتنی دیر استعمال کی اسے دے دینی چاہیے۔

اس پہ کوئی شکوہ ہے؟ کہا نہیں۔ تب انہوں نے بتایا کہ اللہ نے ہمیں بیٹا دیا تھا اس نے لے لیا۔ کیسے لوگ تھے! وَالضَّرَّآءُ۔۔۔ مصیبتیں آئیں، بیماریاں آئیں، پریشانیاں آئیں وَزُلْزِلُوْا۔۔۔ جھنجھوڑ کے رکھ دیئے گئے، ہلا دیئے گئے۔ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ۔۔۔ حتیٰ کہ انبیاءؑ بھی پکار اٹھے اور صحابہؓ بھی کہ اللہ اس پر یقین ہے کہ تیری مدد آئے گی لیکن کب آئے گی؟ یا اللہ ہم تو پس گئے۔ تب ارشاد ہوا: اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔۔۔ گھبراؤ نہیں، اللہ کی مدد دور نہیں ہے۔ تمہارا امتحان مقصود تھا، وہ ہوگیا، انہیں غلبہ نصیب ہوا۔ مولانا تھانویؒ نے مسائل السلوک میں اس آیۂ کریمہ کو ہر سالک کے لیے مجاہدے کی بنیاد قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں، مجاہدہ بنیاد ہے اور مجاہدہ انتہا تک رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ اب کیا، دس دن کیا، بارہ دن کیا۔ میں نے احباب کو دیکھا ہے کہ سبق کہاں تک تھا؟ جی فلاں تک تھا، بڑی دیر ہوگئی۔ خیال نہیں کیا تو پھر کیا فائدہ؟ زندگی سانس کی آمد و شد سے قائم رہتی ہے۔ کیا کوئی کہتا ہے کہ بہت سانس لے لیے اب آدھا گھنٹہ بند کر دیتے ہیں، تو کیا ہوگا؟ دو چار منٹ بعد موت آجائے گی۔ اسی طرح یہ نعمت مسلسل مجاہدے سے قائم رہتی ہے۔ تصوّف و سلوک میں یا ترقی ہوتی رہتی ہے یا تنزل ہوتا رہتا ہے۔ اس میں ٹھہرنے کی، قیام کی جگہ نہیں ہے یا آدمی آگے بڑھتا رہتا ہے یا ترقیٔ معکوس (الٹی ترقی) میں وہ پیچھے کی طرف لڑھکنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کی شرح کرتے ہوئے علمائے باطن لکھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی ایک مقام پر ہے جیسے فنا بقاء کا مقام ہے اور بندہ اسی پر ہی ہے، آگے نہیں جا رہا تو یہ آگے نہ بڑھنا بھی تنزلی کی ایک صورت ہے۔ اسے آگے جانا چاہیے، اس کی ترقی رک کیوں گئی؟ یہ رک جانا بھی نقصان کی ایک صورت ہے۔ ایک بندے نے پانچ سو کما لیا اس کے بعد اس کی آمدن، ایک پیسہ بھی نہیں رہی، تو کیا سمجھے گا کہ میں خوشحال ہوگیا؟ نہیں! بلکہ وہ محنت کرے گا کہ اور کماؤں، اور کماؤں۔ اس راہ میں بھی مسلسل محنت کی ضرورت ہے، کوئی ایسا مقام نہیں آتا کہ جہاں بندہ محنت چھوڑ دے اور کام ہوتا رہے، تادم واپسیں مجاہدہ کرنا ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورۃ الحجر: 99) جب تک جان بدن سے رخصت نہیں ہوجاتی تب تک مسلسل مجاہدہ کرتے رہو، عبادت کرتے رہو، عبادتِ الٰہی کو قائم رکھو۔

دیکھا یہ گیا ہے بلکہ میری تو اچھی بھلی گوشمالی ہوئی ہے اس بات پر کہ یہ کیا طریقہ ہے کہ چند مراقبات جس ساتھی کے ہوجاتے ہیں وہ مجاہدہ چھوڑ دیتا ہے، خصوصاً جن کو ذمہ داری مل گئی۔ کوئی صاحب مجاز بن گیا، کوئی امیر بن گیا، کسی کو ذکر کرانے کی اجازت مل گئی پھر وہ وہی ذکر کرتے ہیں جو ساتھیوں کو ذکر کرایا ساتھ کر لیا۔ ہفتہ ساتھی نہیں آئے تو ہفتہ خود ذکر نہیں کیا۔ دو دن ذکر کرانے نہیں گئے تو دو دن خود بھی ذکر نہیں کیا۔ کرنا پڑا تو دو منٹ، چار منٹ، پانچ منٹ بیٹھ گئے اور بیٹھ کر خیال کرتے رہے اور لطائف نہیں کیے۔ حضرتؒ کی عادت مبارک تھی وہ دو چار صاحبِ کشف ساتھیوں کو بٹھا لیتے تھے۔ اصل میں تو تحقیق فرماتے تھے مسائل کی، یا تصوف کی۔ جو علماء قدیم برزخ میں ہیں ان سے مسئلے پوچھتے تھے، بحث کرتے تھے۔ ایک دن کوئی بات تھی تصوف کے موضوع پر، فرمایا، یہ معین الدین اجمیریؒ سے پوچھتے ہیں۔ باتوں باتوں میں یہ بات آگئی کہ حضرت معین الدین اجمیریؒ کی عمر نوے سال تھی جب وہ اجمیر تشریف لے گئے، تیس برس وہاں رہے، ایک سو بیس برس کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ مجاہدے کی بات ہوئی تو وہ فرمانے لگے کہ مرض الموت میں، مَیں چار دن معمولات نہیں کر سکا اس کا مجھے ابھی بھی دکھ ہے۔ ایک سو بیس سال میں میرے چار دن ایسے ہیں کہ مرض الموت میں، بیماری کا اتنا غلبہ تھا، کمزوری تھی یا بیہوشی تھی یا ہوش درست نہیں تھا تو چار دن میرے معمولات رہ گئے، مجھے اب بھی دکھ ہے۔ یہاں ہمارا وطیرہ یہ ہوگیا ہے کہ ذمہ دار ساتھی، بہت کی کر گئے ہیں ذکر میں، مجاہدے میں۔ پیر صاحب بن گئے ہیں کہ مجھے تو اب ضرورت ہی نہیں۔

ایک اور بیماری آگئی ہے کہ دنیا کے لالچ میں پڑ گئے ہیں۔

ساتھیوں سے کچھ فائدہ اٹھالو، اس کا پتا لو اس کا نمبر نوٹ کرو کہ وہ کون سے عہدے پر ہے؟ یہ سارا کچھ آپ نے دنیا ہی کے لیے کیا تھا؟ دنیا حاصل کرنی ہے تو اس کے سیدھے سیدھے طریقے ہیں، اتنا چکر لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ ناک پکڑنی ہو تو یہیں سے پکڑ لو، گھما کر پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ دنیا ہی کی طلب ہے تو سیدھے سیدھے دنیادار رہو اور دنیا کماؤ، کافر بھی کما رہا ہے تم بھی کمالو۔ دنیا کے اپنے طریقے، قاعدے، ضابطے ہیں، اس طرح کماؤ۔

کراچی سے ایک ای میل تھی، میں نے دواخانہ بنایا ہے میرا مطب نہیں چل رہا۔ میں نے لکھا، بھئی! یہ بھی بڑے ساتھیوں میں آ گیا ہے۔ کہیں سے ایک دو نسخے پڑھے، جماعت کے لیے طبیب بن گئے۔ کوئی پڑیا سی بنائی ساتھیوں سے پانچ پانچ ہزار روپیہ لے لیا، یہ کیا طریقہ ہے؟ یہ تصوف ہے؟ میں نے اسے لکھا، تم نے طب پڑھی کہاں سے ہے؟ کسی فاضل طبیب سے سیکھی؟ کسی مطب میں پڑھی؟ کسی مدرسے میں گئے؟ کوئی کورس کیا؟ کسی سے باقاعدہ پڑھی ہے پھر تو مطب چلاؤ، چند کتابوں سے چار نسخے پڑھ کر تم لوگوں کی زندگیاں خراب کرنے بیٹھ گئے ہو، کہہ رہے ہو مطب نہیں چل رہا، میں دعا کروں کہ لوگ بیمار ہو جائیں اور تمہارا دواخانہ چلے۔ یہ کیا تماشا ہے؟ یاد رکھو! جو بندہ باقاعدہ طب کی تعلیم حاصل نہیں کرتا اور طب کرتا ہے، اس کی غلطی سے اگر بندہ مر گیا، دنیا میں تو کچھ بھی کسی کو نہیں پتا ہوگا، آخرت میں اس کا قاتل شمار کیا جائے گا۔ ایک شخص نے باقاعدہ طب پڑھی ہے، سیکھی ہے، اس سے غلطی ہو جائے، اللہ معاف فرمائے گا۔ وہ کوشش اس کی بہتری کے لیے کر رہا تھا، غلطی ہو گئی۔ جس نے باقاعدہ نہیں سیکھی، وہ فکر کرے۔ میں نے دیکھا ہے، ساتھیوں میں کچھ ایسے احباب بھی ہیں، دو چار نسخے اِدھر اُدھر سے پڑھ لیے، کوئی فیس بک سے، کوئی کسی پرانی کاپی سے، کوئی کتاب سے اور طب لے کر بیٹھ گئے۔ اللہ کا خوف کرو! مجھے خود اچھی بھلی طب آتی ہے۔ میرے دادا جان بڑے ماہر طبیب تھے۔ میں جب فارغ ہوتا تو ان کے ساتھ ان کے دواخانے میں بھی کام کرتا رہتا تھا۔ انہوں نے مجھے نبض دیکھنا بھی سکھائی، دوا دینے کی بھی معرفت دی لیکن میں نہیں کرتا ہوں، آدھی آدھی سیکھی ہے۔ اس میں کرنے کی تو اجازت نہیں۔ جب تک آپ پوری تعلیم حاصل نہیں کرتے تب تک بطورِ پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔ کسی کو طبیب بننے کا شوق ہے تو کسی طبیہ کالج میں جائے، کسی فاضل طبیب کے ساتھ لگ جائے، باقاعدہ طب کی تعلیم حاصل کرے۔ دو چار سال، پانچ دس سال لگائے اور پھر طبیب بن جائے۔ یہ ٹوٹکے سیکھ کر ساتھیوں پہ نسخے آزمانے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ حرام ہے۔ جو پیسہ لیا جاتا ہے وہ حرام ہے۔ یہ عمل حرام ہے۔ اگر کسی کو اس کی دوائی سے نقصان ہوگا تو وہ اس کا جوابدہ ہوگا۔ کوئی مر جائے گا تو عنداللہ قاتل شمار ہوگا۔ یہ کیا تماشے ہیں؟ کون سا تصوف ہے؟ یہ کیا طلب ہے؟ مختلف روپ دھار لینا لوگوں سے اپنے رزق کی توقع رکھنا، یہ کون سا تصوف ہے؟ وہ مجھے دے دے۔ وہ دے دے، وہ کیوں دے دے؟ لوگوں سے رزق لینا تھا تو چور بن جاتے، ڈاکو بن جاتے، کسی گروہ میں مل جاتے، ایک بس روک لو تو برسوں کی کمائی ایک آدھے گھنٹے میں ہو جاتی ہے۔ ہمت کرو! دولت ہی جمع کرنی ہے، حرام ہی کھانا ہے تو حرام کے حرام طریقے بھی ہیں۔

تو بھئی! میری بڑی کلاس لی گئی، تنبیہ کی گئی کہ ساتھیوں سے مجاہدہ جاتا رہا ہے۔ شاید یہ نہ ہوتا تو میں یہ بات بھی نہ کرتا اور میں نے دیکھا بھی ہے، ہوتا بھی یہی ہے کہ جو ذرا معتبر ہو گئے ہیں، کسی کو ذکر کرانے کا موقع مل گیا ہے تو پھر وہ وہی کرتا ہے۔ جس دن ساتھی آ گئے ان کے ساتھ دس منٹ ذکر کر لیا۔ وہ بھی گھنٹہ کے بجائے دس منٹ لگائے، زیادہ وقت باتوں میں اور دعاؤں میں اور اپنا تقدس جھاڑنے میں گزار دیا۔ مراکز بناتے رہو، مساجد بناتے رہو لیکن کام کا مجاہدہ نہ کرو تو کیا فائدہ؟ سب دکھاوا ہو جائے گا، اس میں خلوص نہیں رہے گا۔

میرے بھائی! تصوّف میں جو جتنا آگے جائے گا، جتنا کوئی

گاڑی لمبا سفر کرتی ہے اُتنا اسے زیادہ تیل درکار ہوتا ہے۔ جتنا کسی کے منازل اوپر جاتے ہیں اُتنا زیادہ مجاہدہ درکار ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ صبح بھی دس منٹ کریں، شام بھی دس منٹ کرلیا تو یہ چوبیس گھنٹے کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ گھنٹہ گھنٹہ بھی صبح شام کیا جائے تو پھر بھی چوبیس گھنٹے کا بارہواں حصہ بنتا ہے۔ یہ منٹوں کا کیا حساب ہوتا ہے! میرے بھائی! میری گزارش یہ ہے اور خصوصاً مبتدی تو لگے ہی رہتے ہیں، انہیں شوق ہوتا ہے۔ جن کے ہاتھ پاؤں ٹک جاتے ہیں وہ سست ہوجاتے ہیں، ذکر کرواتے ہیں تو دوسروں کے لطائف بدلواتے رہتے ہیں، خود ذکر نہیں کرتے، بیٹھے رہتے ہیں۔ بھئی! میں تو معتبر ہوگیا ہوں۔ مجھے کیا ضرورت ہے؟ وہ جو بڑا ہوجاتا ہے کیا اسے سانس لینے کی ضرورت نہیں رہتی؟ جو صحتمند ہوجاتا ہے کیا وہ سانس لینا چھوڑ دیتا ہے؟ ارواح کو دنیا میں جو قوت ملتی ہے، مراقبات سے اور منازل کے سفر سے، یہ آخرت میں بھی، برزخ میں بھی قائم رہتی ہے۔ اہل اللہ کی ارواح میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ برزخ میں بھی کہیں آئیں جائیں، آنا جانا چاہیں تو ان میں قوتِ پرواز ہوتی ہے۔ صوفی نہ ہو، بڑے سے بڑا عالم ہو، شہید ہوجائے، بہت بڑے منازل ہوں تو اپنی منزل پہ رہتا ہے، قوتِ پرواز نہیں ہوتی۔ قوتِ پرواز دنیا سے لے کر جانا پڑتی ہے۔

ہمارے ایک ساتھی تھے، نوجوان تھے، حضرتؒ کے ساتھ حلقۂ ذکر میں آئے، ہمارے ہم سبق ہی تھے ہمارے ساتھ تھے، سفید ریش ہوکر شہید ہوئے، اللہ نے انہیں شہادت دی۔ یہ اللہ کی مرضی، یہ اس کا انعام تھا۔ پُرخلوص آدمی تھے، نیک آدمی تھے، شہادت میں بھی مختلف مدارج ہیں۔ کچھ شہید ایسے ہیں جن میں اطاعتِ الٰہی اور اشاعتِ دین کا جذبہ اور حُبِ نبوت ایسی ہوتی ہے کہ وہ اس اعلیٰ درجے کی شہادت پاتے ہیں کہ وہ لاکھوں میں چند ہوتے ہیں۔ جنہیں دوامِ حضوری نصیب ہوجاتی ہے۔ شہادت کے بعد بارگاہِ رسالت میں شہداء کی الگ صفیں ہوتی ہیں۔ ان کی روح وہاں پہنچ جاتی ہے، اللہ کے بڑے بندے اس منزل کو بھی پا گئے۔ جب وہ شہید ہوئے تو انہیں بڑی خصوصی جگہ وہاں دی گئی غالباً تیسری صف میں اور ایک بلندسی جگہ انہیں دی گئی حالانکہ ان سے پہلے جو لاکھوں لوگ تھے ان سے پیچھے بیٹھے تھے۔ اللہ کا شکر، الحمدللہ! میں ایسی باتیں کیا نہیں کرتا لیکن اس سبق کا حصہ ہے اس لیے عرض کر رہا ہوں۔ ایک جگہ کی ان سے نشاندہی کرانی تھی۔ انہیں پتا تھا، ہمارے علم میں نہیں تھا تو میں نے ان سے وہاں عرض کی کہ وہ جگہ تو ہمیں بھی بتادیتے، ضرورت تو کوئی نہیں لیکن ایک خلش ہے کہ وہ کہاں تھی۔ میں ان کو ساتھ لے آیا۔ انہوں نے اس جگہ کی، اس مقام کی نشاندہی کردی۔ ہوگئی تو میں نے کہا، اللہ حافظ میں جاتا ہوں۔ کہنے لگے، آپ کہاں جاتے ہیں؟ پھر میں کہاں جاؤں گا۔ میں نے کہا، آپ واپس چلے جائیں۔ کہنے لگے، میں نہیں جاسکتا۔ آپ مجھے وہاں سے لائے ہیں، آپ مجھے وہاں پہنچائیں، میں نہیں جاسکتا۔ یعنی اتنی قوتِ پرواز روح میں نہیں تھی کہ واپس اپنی جگہ چلے جاتے۔ آدھی عمر حضرت جیؒ کے ساتھ اور حلقۂ ذکر میں گزر گئی، نیک تھے، جذبہ تھا لیکن مجاہدہ نہیں تھا۔ روح میں قوتِ پرواز نہیں تھی۔ میں نے پھر انہیں وہاں جا کر چھوڑا، پہنچایا، پھر پہنچے تو کیا فائدہ۔ وہ مقامات دے دیئے وہ تو اُس کی عطا ہے۔ بڑے عجیب آدمی تھے، بڑی محنت، نماز، روزہ، دین میں کرتے تھے لیکن ذکر میں کمی تھی، لطائف کم تھے، اذکار کم تھے، روح میں قوتِ پرواز نہیں تھی، کیا فائدہ ہوا؟

ہم صدقات دیتے رہیں، اللہ قبول فرمائے۔ ہم سجدے کرتے رہیں، اللہ قبول فرمائے۔ نوافل پڑھتے رہیں، اللہ قبول فرمائے۔ تسبیحات پڑھتے رہیں، اللہ قبول فرمائے لیکن روح میں قوت، لطائف اور ذکرِ قلبی اور اس پر محنت سے ہے۔ ہمارے جو ساتھی ذرا پرانے ہوجاتے ہیں، وہ محنت چھوڑ بیٹھتے ہیں، تو خدا کے لیے محنت کریں۔ اللہ کریم اس سلسلے کو قائم رکھے (آمین)۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں دیکھتا ہوں کہ عیسیٰؑ اور امام مہدیؒ کے ساتھ بھی جا کر ہمارے ساتھی شامل ہوں گے۔ تب تک یہ سلسلہ چلے گا تو

اللہ اسے قائم ودائم رکھے اور چلتا رہے۔ ہم اگر چھوڑ بیٹھیں گے تو اللہ کسی اور کو توفیق دے دے گا۔ اس نے اس نظام کو قائم رکھنا ہے، یہ شرط نہیں ہے کہ ہم ہی سے قائم رکھے گا۔ وہ مالک ہے، قرآنِ کریم کی آیت ہے کہ اگر تم چھوڑ دو گے تو تمہیں اٹھالے گا، کوئی اور لوگ لے آئے گا جو اللہ کا کام کریں گے۔ اگر ہم مجاہدہ چھوڑ دیں گے تو وہ اپنے دوسرے بندے پیدا کردے گا جو مجاہدہ کریں گے اور اس کے تسلسل اور ترویج کا سبب بنیں گے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اپنے مالی معاملات ٹھیک رکھو، کبھی کسی دوسرے پہ توقع نہ رکھو، کہ میں اس سے لے لوں۔ حلال اور جائز وسائل سے اپنی روزی، تھوڑی ہے تو تھوڑا کھالو، روکھی سوکھی کھالو، دوسرے کے رزق پر نظر نہ رکھو۔ اپنی محنت، اپنا مجاہدہ کرو۔ حیلوں بہانوں سے اور طبیب، حکیم بن کر اور تعویذ دھاگے دے کر پیسے لینا شروع نہ کر دو۔ یہ ذرائع درست نہیں ہیں۔ دعاؤں کے سہارے روپے جمع کرنا نہ شروع کردو۔ اپنے آپ کو پارسا نہ سمجھو، ہر آدمی میں ہمہ وقت کمزوریاں ہوتی ہیں۔ جو مقدس گروہ تھے معصوم عن الخطا انبیاءؑ ہیں، محفوظ عن الخطا صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے مقدس دور ہیں جن کے بارے نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ بہترین زمانہ میرا ہے جو صحابہ کرامؓ کو نصیب ہے، پھر ان کے بعد والے تابعینؒ، پھر ان کے بعد والے تبع تابعینؒ۔ یہ تین زمانے بہترین ہیں۔ معصوم تو انبیاءؑ ہیں، یہ لوگ محفوظ ہیں، انہیں حفاظتِ الٰہیہ حاصل ہے۔ اللہ انہیں گناہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ باقی میں اور آپ تو عام انسانوں کی طرح ہیں۔ ہم تو رگڑتے رہیں گے، محنت کرتے رہیں گے، ریگمال مارتے رہیں گے تو کچھ روشنی، کچھ چمک، کچھ میل اترتی رہے گی۔ جس دن چھوڑ دیں گے پھر میل جمنا شروع ہو جائے گی، مزاج بدلنا شروع ہو جائیں گے، دنیا کی طلب پیدا ہونا شروع ہو جائے گی، اپنی بڑائی کا خیال پیدا ہونے لگ جائے گا۔ یہ ساری چیزیں ایک صوفی کے لیے ہلاکت کا سبب ہیں، موت کا سبب ہیں۔

کچھ ساتھی کبھی فیس بک پر، کبھی کہیں جب میرا نام آتا ہے تو بڑے بڑے ساتھ عہدے اور رتبے لگا دیتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا نام محمد اکرم اعوان کافی ہے۔ اللہ کا احسان ہے، میرے نام کے ساتھ کوئی رتبہ کوئی عہدہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے، کبھی کوئی نہ لکھا کرے۔ ان رتبوں کا، عہدوں کا پتا موت کے بعد چلے گا جو سلامت لے گیا، وہ لے گیا۔ جو رہ گیا وہ رہ گیا، ابھی سے فتوے دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو مریدوں کی عادت ہے، پیروں کے نام کے ساتھ غوث، قطب، سارے القاب جو جو آتا جاتا ہے دو دو سطریں لکھ دیتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے درست نہیں۔ تمہارے پاس کیا دلیل ہے، تمہیں کیسے خبر ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں اس راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ میرے بھائی حضرتؒ کو بھی اس بات پہ بڑا شکوہ تھا کہ ساتھی مجاہدہ چھوڑ چکے ہیں۔ اب میں اُمید رکھتا ہوں کہ کبھی پھر حاضری ہو تو مشائخ شاباش دیں، تائید فرمائیں کہ ساتھی مجاہدہ کر رہے ہیں۔

ہر ساتھی اپنی مشقت سے لطائف کیا کرے، پہلے سے زیادہ کیا کرے، صرف دوسروں کو نہ کرائے خود ساتھ کیا کرے۔ اعمال میں، کردار میں ایک ایک لفظ کا خیال رکھو۔ کوئی نامناسب لفظ زبان سے نہ نکلے، نکلے تو توبہ کرو، رجوع الی اللہ کرو، خصوصاً مال کے معاملے میں اور دنیوی تعلقات میں دھیان رکھو۔ اللہ کے سوائے کسی پر نظر نہ رکھو کہ وہاں سے مل جائے، اس سے لے لو، جو لینا ہے اپنے رب العالمین سے لو۔ اس نے جائز ذرائع، حلال وسائل، طریقے بتا دیئے ہیں، وہ محنت آپ بھی اختیار کرو۔ وہ رازق ہے، وہ دینے والا ہے اور اللہ کا ارشاد ہے کہ تا دمِ مرگ: حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورۃ الحجر: 99) آخر دم تک، مجاہدہ ضروری ہے، ہر ایک کے لیے ہے، ہر وقت کے لیے ہے ہمیشہ کے لیے ہے۔ کوشش کرو شب وروز یادِ الٰہی میں بسر ہو، دین کا کام کرتے رہو، دین کی بات کرتے رہو، دین کی بات سنتے رہو، دنیا کے کام بھی جب

شریعت کے مطابق کیے جائیں تو وہ دین بن جاتے ہیں۔ اپنی دنیا کو اتباعِ رسالت مآب ﷺ میں ڈھالو۔ حضور ﷺ کے اتباع میں دنیا کا جو کام بھی کیا جاتا ہے وہ بھی دین ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مومن کی دنیا بھی دین ہے اور کافر کا دین بھی دنیا ہے۔ کافر مذہب کے نام پر جو چند رسومات کرتا ہے ان کا حاصل بھی دنیا ہوتا ہے۔ یہ کرو تو مال مل جائے گا، یہ کرو تو اولاد مل جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ اس کا دین بھی دنیا ہوتا ہے اور مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرتا ہے۔

عبادت کیا ہے؟ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا نام ہے خواہ دین میں کرے، دنیا میں کرے۔ جس کام میں اطاعت ہوگی، وہ عبادت ہوگی۔ دوسرے کو اپنا ممتحن نہ بناؤ، اپنا امتحان خود لو کیونکہ بندہ اپنے آپ سے واقف ہے۔ بندے سے اللہ واقف ہے یا بندہ خود اپنے آپ کو بہتر جانتا ہے۔ تو اپنا حساب خود کیا کرو، خود اپنا اندازہ لگایا کرو کہ آج کا دن کیسا گیا، میں نے کیا کھویا، کیا پایا، کتنا کام جائز کیا، کہاں کہاں غلطی ہوئی؟ نیند بھی موت ہی کی بہن ہے، سونے سے پہلے توبہ کر لی جائے تو اچھی بات ہے۔ بڑی اچھی بات ہے سونے سے پہلے، عشاء کے بعد بھی تلاوت کر لی جائے۔ تھوڑی بھی کر لی جائے تو دن کا آخری کام تو تلاوت قرآن ہوگا۔ دین کا آغاز تلاوتِ قرآن سے کیا جائے۔ قرآن کو صرف پڑھا نہ جائے، سمجھا جائے، سیکھا جائے، اپنایا جائے۔ قرآن اپنانے کے لیے ہے اور اللہ سے ہمہ وقت دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ مجھے اپنی اطاعت کی توفیق دیئے رکھنا۔ چونکہ ایک غلطی دوسری غلطی کا سبب بنتی ہے جس سے اللہ کریم خفا ہوتے ہیں تو توفیقِ اطاعت چھن جاتی ہے۔ بندہ غلطی میں، کمی میں چلا جاتا ہے۔ ایک بندے کو بخار نہیں ہے لیکن وہ کھانا ٹھیک نہیں کھا رہا، نیند صحیح نہیں آرہی تو آپ دیکھتے ہیں اس کی طبیعت خراب ہے، اس کا علاج کرو، نہیں تو یہ زیادہ بیمار ہو جائے گا۔ چند دن طبیعت خراب رہے گی پھر کوئی اور بیماری اس سے بڑی آجائے گی، بخار آجائے گا یا اور کوئی تکلیف شروع ہو جائے گی۔ علاج ہوتا رہے تو صحت مند ہو جائے گا۔ مجاہدے میں کمی اس بات کی دلیل ہے کہ روح کچھ بیمار ہو رہی ہے۔ پورا کھانا نہیں کھا رہی، پوری نیند نہیں لے رہی، کچھ بیزار بیزار سی ہے۔ اور مجاہدہ چھوڑ دینا تو روح کی موت کے مترادف ہے۔ مردے کیا منزلیں طے کیا کرتے ہیں؟ مردے کہاں سفر کرتے ہیں؟ مردے کون سی منازل پر پہنچتے ہیں؟ مجاہدہ چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسے زندہ وجود کا کھانا پینا بند کر دیا جائے۔ اب تک بڑا کھلایا اسے، اسی برس تو ہو گئے اب یہ خود زندہ رہے گا۔ نہیں، ہر روز اسے غذا کی ضرورت ہے۔

اللہ کریم توفیق دینے والے ہیں، اللہ کریم ہماری خطائیں معاف فرمائیں، اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا کریں، اتباعِ رسالت کی توفیق دیں اور ہمت دیں کہ ہم مجاہدہ کر سکیں۔ یہ نعمت ہمیں مفت مل رہی ہے، اس نعمت کو پانے کے لیے لوگوں نے عمریں صرف کیں، دور دراز سفر کیے۔ اس شعبے کا بندہ نہیں ملتا تھا اور ملتا اب بھی نہیں ہے۔ یہیں عام ہے، دنیا میں پھر کر دیکھو کہاں کہیں کوئی لطائف کرا رہا ہے؟ آج تو دنیا سمٹ کر ایک ہتھیلی پر آگئی ہے۔ آپ ایک بٹن دبا کر سارا روئے زمین دیکھ لیتے ہیں۔ دنیا کا نقشہ ذرا سامنے کر کے دیکھو! کہیں یہ عالم ہے کہ لطائف کرائے جا رہے ہوں، مراقبات نصیب ہو رہے ہوں، مشاہدات ہو رہے ہوں، برزخ نظر آ رہا ہو، کہیں ہے؟ میں نے تو کہیں نہیں دیکھا۔ اگر اللہ کا آپ پر یہ احسان ہے تو اس پر شکر زیادہ ادا کرو اور اس نعمت کو اپناؤ۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سے چھین کر کسی اور کو عطا کر دے، کسی اور کو توفیق دے دے۔ مجھے اُمید ہے کہ جو احباب نہیں ہیں ان تک آپ یہ بات پہنچائیں گے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنے مالی امور، دنیوی امور بھی درست کریں گے اور مجاہدے کا حق ادا کریں گے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O

سورۃ الشعراء

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

کسی انتساب بابرکت کو کافی سمجھنے کا رَدّ:

قولہ تعالیٰ: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ... (الفرقان:77)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پرواہ نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے۔

"یعنی عبادتکم اس میں اس شخص پر رد ہے جو محض کسی صالح کے انتساب پر یا بعض تبرکات کے اعتماد پر بدون عمل نجات یا مقبولیت کا زعم کرتا ہے جیسے بہت سے جاہل صوفی بنے ہوئے ہیں۔"

یعنی آیہ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کو کسی ایسے شخص کی پرواہ نہیں جسے اللہ کی عظمت کا احساس نہیں اور عظمت کا احساس یہ ہوتا ہے کہ عقیدہ بھی درست ہو اور احکام پر عمل بھی کرے۔ تو جو اتباع شریعت نہیں کرتا، احکام پر عمل نہیں کرتا اس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں۔ فرماتے ہیں اس میں اس بات پر رد ہے کہ بعض لوگ کسی قبر پر مجاور بن گئے تو اسی پر بیٹھے ہیں، نہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ حلال، نہ حرام کی پرواہ ہے۔ بس یہی دعویٰ ہے کہ میں اس بزرگ کا مجاور ہوں اور میں اللہ کا بڑا مقبول ہوں۔ بعض لوگوں کے پاس بزرگوں کے تبرکات آ گئے تو وہ سنبھال کر اسی پر تکیہ کر کے بیٹھے ہیں کہ میرے پاس فلاں بزرگ کے تبرکات ہیں اور میں ولی اللہ ہوں اور عمل نہیں کرتے، تو اس پر رد ہے کہ بغیر عمل کے کوئی بات حاصل نہیں ہوتی۔ عقیدہ درست ہو، عمل صحیح ہو۔ تو فرمایا یہ بعض تبرکات کے اعتماد پر بدون عمل نجات یا مقبولیت کا زعم کرتا ہے۔ عمل نہیں کرتا اور سمجھتا ہے میں بڑا مقبول بارگاہ ہوں۔ فلاں بزرگ کی تسبیح میرے پاس ہے، فلاں کے جوتے میرے پاس ہیں، فلاں کا کرتا میرے پاس ہے۔ فرمایا یہ چیزیں بابرکت ہوتی ہیں ان کے لئے جو خود عمل بھی کرتے ہیں۔ اور جو اللہ ہی کی اطاعت نہیں کرتا تو پھر کسی اور چیز سے اس کو کیا نفع ہوگا، تو فرمایا بعض جاہل صوفی جو محض دعویٰ کر کے صوفی بنے بیٹھے ہیں وہ اس طرح کرتے ہیں تو یہ درست نہیں۔

سورۃ الشعراء

(1) شفقت علی المرید، (2) کسی کے ایمان پر حرص کرنا حکم ازلی کے معارض نہیں، (3) تعدیل فی الشفقہ، (4) اصلاح، پیر کی قدرت میں نہیں:

قولہ تعالیٰ: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ (سورۃ الشعراء:3)

ترجمہ: شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر اپنی جان دیدیں گے۔

"اس میں ان امور پر دلالت ہے (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر کمال شفقت رکھتے تھے (2) ایمانِ کافر پر حرص کرنا حکم ازلی کے معارض نہیں (3) شفقت میں اعتدال مناسب ہے کہ جو شخص ہدایت نہ پاوے اس پر حزن نہ کیا جاوے اور یہ سب آداب شیوخ سے ہے (4) کسی کی اصلاح شیخ کے اختیار و قدرت و تصرف میں نہیں۔"

اس آیہ کریمہ سے تصوف وسلوک کے چار مسئلے بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر انتہائی شفیق تھے۔ بہت زیادہ مہربان بہت زیادہ کریم اور اس کے بے شمار واقعات ملتے

ہیں۔ حضرت وحشیؓ غلام تھے اسلام نہیں لائے تھے۔ احد میں حضرت حمزہؓ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے پناہ دکھ ہوا لیکن جب وہ ایمان لائے تو انہیں بھی معاف فرما دیا اور آپ کو اتنا دکھ ہوتا تھا کہ انہیں فرمایا کہ آج کے بعد میرے سامنے نہ ہونا، میرے پیچھے بیٹھے رہنا کہ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوتا تھا اپنے چچا یاد آجاتے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں معاف کر دیا اور قبول فرمالیا۔ اس سے زیادہ اور شفقت کیا ہوگی۔ دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے کہ کافر کے لئے بھی یہ کوشش کرنا کہ ایمان نصیب ہو جائے، یہ مشیت باری کے خلاف نہیں ہے۔ اگر اللہ نے اسے ایمان نہیں دینا، اس کے اللہ کے ساتھ معاملات اتنے بگڑ چکے ہیں کہ اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے تو وہ اور بات ہے لیکن مسلمان کو کوشش کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ کوئی کافر بھی اسلام قبول کرے۔ ہاں اگر کفر پر مر جائے تو پھر اس کے لئے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ تیسری بات اس میں یہ ہے کہ شفقت میں اعتدال مناسب ہے۔ یعنی مہربانی تو کرے لیکن ہر چیز میں اعتدال چاہیے، حد سے زیادہ نہیں کہ جو شخص ہدایت نہ پائے اس کو پابند نہ کیا جائے۔ اگر کسی کو یہ نعمت نصیب نہ ہو تو اس کے لئے دکھی نہ ہوا جائے۔ اپنی کوشش کرنی چاہیے، اپنی طرف سے پہنچا دینا چاہیے اور خلوص دل سے اور ہمدردی سے اور محبت سے پہنچانا چاہیے۔ اس کے بعد اس کے نصیب میں نہیں ہے تو وہ جانے اس کا رب جانے، اور یہ سب آداب شیوخ میں سے ہے یعنی مشائخ کے طریقے اسی طرح ہیں۔ اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی اصلاح شیخ کے اختیار و قدرت اور تصرف میں نہیں۔ کسی بھی بندے کا تائب ہونا یا نیک ہونا، کسی شیخ کے یا کسی بزرگ کے اختیار میں نہیں ہے، یہ اللہ کریم کے اختیار میں ہے۔ ہر کوئی صرف کوشش کر سکتا ہے، محنت کر سکتا ہے اگر اگلے کی اصلاح نہیں ہوتی تو جس نے خلوص سے محنت کی اللہ کریم اسے اس کا اپنا اجر دیں گے لیکن کسی کے بس میں نہیں ہے کہ کسی کو بدل دے۔

تصرف باطنی کا پسندیدہ نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خٰضِعِيۡنَ (سورۃ الشعراء:4)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے بڑی نشانی نازل کریں پھر ان کی گردنیں اس ایک نشانی سے پست ہو جائیں۔

"مگر اس لئے اس شان کا نشان نازل نہیں کیا گیا کہ حق تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان کی طرف مضطر نہ کیا جاوے۔ کذافی الروح۔ احقر کہتا ہے کہ چونکہ باطن میں تصرف کرنا ایک قسم کا الجاء اور جبر ہے اسی لئے محققین نے امر ارشاد میں اس کو پسند نہیں کیا۔"

یعنی اللہ کریم چاہیں تو کون ہے جو سرتابی کر سکے۔ کوئی ایسی صورت پیدا کر دے کہ جس میں سے ہر کوئی مان جائے لیکن اللہ کریم کو یہ پسند نہیں ہے کہ زبردستی منوایا جائے۔ جب انسان کو شعور معرفت باری کا عطا فرمایا تو پھر اس کی پسند و ناپسند پہ چھوڑ دیا۔ اسی طرح شیخ کو بھی یہ قوت حاصل نہیں کہ باطنی طور پر تصرف کر کے کسی کو نیک بنا دے۔ نیکی اختیار کرنے کا آدمی خود مکلف ہے اور اللہ توفیق دینے والے ہیں۔

محبوب کے ساتھ امر ارشاد میں تلطف:

قولہ تعالیٰ: وَاِذۡ نَادٰى رَبُّكَ مُوۡسٰٓى اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ (سورۃ الشعراء:10)

ترجمہ: جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو پکارا کہ تم ان ظالم لوگوں یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ۔۔۔الخ

"اس میں کئی امر کی طرف اشارہ ہے (1) امور دینیہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں (چنانچہ ہارون علیہ السلام کو مدد کیلئے مقرر فرمایا گیا) (2) گمراہ کے ساتھ الزام میں تلطف برتا جاوے (چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے)۔ (3) ایسے شخص سے بے رخی نہ کی جاوے جس کو تم نے بچپن میں پالا مگر بڑے ہونے پر خدا تعالیٰ نے اس کو فضیلت دے دی ہو (جیسا فرعون نے بے رخی کی) کذافی الروح"

یعنی اس میں ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ جب انہیں حکم ہوا تو انہوں نے عرض کی یا اللہ مجھے میرے بھائی سے قوت دیجئے۔ اللہ نے ہارونؑ کو بھی نبی بنا کر ہمراہ کر دیا، تو فرمایا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دینی کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی کی آپ اصلاح چاہتے ہیں اور وہ بندہ صحیح نہیں ہے تو بات اچھے انداز سے کی جائے۔ طنز یا طعن یا سخت بات سے اس کے اور دور ہونے کا اندیشہ ہے۔ بنیادی بات یہ ہوتی ہے کہ جو دعوت دے رہا ہے اس کے دل میں یہ نہ ہو کہ میں بڑا پارسا ہوں اور یہ گنہگار ہے۔ اس کے دل میں اس کے لئے محبت ہو کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے اللہ کا بندہ ہے، اللہ کے عذاب کی طرف جا رہا ہے۔ اگر یہ بچ جائے تو اس کا بھی بھلا ہو گا، اس ہمدردی سے جب بات کرے گا تو ظاہر ہے پھر بات نرمی سے کرے گا، لطف سے کرے گا، اچھے طریقے سے کرے گا۔ تیسری بات فرماتے ہیں اس آیت میں یہ ہے کہ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ خاندان کے بچے یتیم رہ گئے، خاندان کا کوئی فرد انہیں پالتا ہے۔ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں اللہ انہیں فضیلت دے دے، ان کے پاس منصب آ جائے یا عزت آ جائے تو پھر وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے پالا تھا بلکہ جسے اللہ عزت دے اس کی عزت کی جائے اس کا احترام کیا جائے۔ اگر اس نے پالا تھا تو اللہ نے اسے سبب بنایا، پالنے والا تو وہ خود ہے۔ تو یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے اسے اس کا سبب بنا دیا۔

امورِ طبعیہ میں اور کمال میں منافات نہیں:

قولہ تعالیٰ: وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ (سورۃ الشعراء:13)

ترجمہ: اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی۔

"اس سے معلوم ہوا کہ امورِ طبعیہ اور کمال میں منافاۃ نہیں، اسی طرح موسیٰؑ کے فاخات فرمانے سے بھی یہی معلوم ہوا۔"

موسیٰؑ نے عرض کی یا اللہ میرا دل بھی گھبرانے لگتا ہے اور میری زبان میں بھی لکنت ہے۔ ہارونؑ ساتھ ہوں گے تو بات تو واضح کریں گے۔ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فطری طور پر کسی میں کوئی فطری کمزوری ہو تو یہ روحانی کمالات کے منافی نہیں کہ کسی کی ٹانگ خراب ہے یا کسی کی زبان میں لکنت ہے یا کسی کی نظر کمزور ہے۔ فطری قدرتی طور پر اعضائے جسمانی میں جو کمزوری ہوتی ہے یہ کمال کے منافی نہیں ہے۔

کامل درجہ کی بے تکلفی اور راستی:

قولہ تعالیٰ: قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ (الشعراء:20-21)

ترجمہ: موسیٰ نے جواب دیا کہ اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہو گیا۔

"اس سے کس قدر سادگی بے تکلفی اور صدق ثابت ہوتا ہے کہ لوگ عادۃً اپنے خوف کو اور قاتل ہونے کو کہ ظاہراً نقص سمجھے جاتے ہیں پوشیدہ کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ آپ نے صاف صاف سب اقرار فرما لیا۔ (یہی اخلاق ہوتے ہیں صادقین کے)۔"

عام آدمی میں کوئی فطری کمزوری ہو تو وہ اسے چھپاتا ہے اور اپنے کو بہت بڑا ظاہر کرتا ہے لیکن اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی فطری کمزوری ہو تو وہ اس کا اقرار کرتے ہیں اسے خامی نہیں سمجھتے چونکہ وجود اللہ نے دیا ہے، خصائص اللہ نے دیئے ہیں، قوتیں اللہ نے دی ہیں تو جو کچھ ہوتا ہے اس پہ قائم رہتے ہیں۔

احسانِ کافر کا اقرار حالِ عدل میں:

قولہ تعالیٰ: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ (سورۃ الشعراء:22)

ترجمہ: اور یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تُو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔

"اس آیت کی دو توجیہیں ہیں جو اصل عربی میں مذکور ہیں، ایک پر فرعون کے امتنان کا رد ہے اور ایک پر نعمتِ فرعون کا اقرار ہے۔ اور کافر کے احسان کے متعلق بزرگوں کی دونوں عادتیں منقول ہیں لیکن اصل ثانی ہے جب کوئی عارض پیش نہ آوے، تائید اس کی یوسف علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ (سورۃ یوسف: 23) اور اول غلبہ حال سے ہوتا ہے کہ جب اس کی مبغوضیت عنداللہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کی نعمت کی طرف التفات نہیں رہتا خصوصاً جب کوئی عارض بھی پیش آ جاوے جیسا موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا۔"

تو فرمایا جیسے موسیٰؑ نے بھی اقرار کیا، یوسفؑ نے بھی جب زلیخا نے انہیں بہلانا چاہا تو فرمایا کہ عزیزِ مصر نے میری پرورش کی ہے، مجھ پر احسان کیا ہے۔ تو کافر کا احسان اگر اس نے کوئی نیکی کی ہو تو اس کا احسان سمجھنا یہ کوئی معیوب بات نہیں، اچھی بات ہے۔ جس نے آپ کے ساتھ بھلائی کی ہے اس کی بھلائی کا اقرار کرنا چاہیے اور اللہ کے بندے ایسا ہی کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی معرفت بالکنہ کا امتناع:

قولہ تعالیٰ: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۳ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۸ (سورۃ الشعراء: 23 تا 28)

ترجمہ: فرعون نے کہا کہ رب العالمین کی ماہیت کیا ہے ۔۔۔۔الخ

"فرعون نے لفظ مَا سے ماہیت رب تعالیٰ سے سوال کیا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صفات سے جواب دیا۔ اس نے کئی بار اس جواب پر جرح کی۔ آپؑ نے ہر بار صفات ہی سے جواب دیا، اس سے وہ مسئلہ صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی معرفت بالکنہ نہیں ہو سکتی، صرف بالوجہ ہوتی ہے۔"

یعنی جب رب العالمین کی طرف دعوت دی موسیٰؑ نے تو فرعون کا سوال یہ تھا کہ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ رب العالمین کیا ہے، اس کی ماہیت کیا ہے، اس کی ذات کیسی ہے، وہ کیا چیز ہے؟ لیکن موسیٰؑ نے جو جواب دیا وہ صفات پہ تھا۔ کہ اگلوں پچھلوں کا خالق ہے، زمین و آسمان کا مالک ہے، زندگی اور موت دینے والا ہے اور اس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ تو اس پر فرعون نے بڑی جرح کی اور بار بار پوچھا لیکن موسیٰؑ نے ہر بار صفات باری سے جواب دیا جس سے وہ عاجز آ گیا۔ تو اس سے فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات کے بارے سوچنا ہی درست نہیں ہے کہ اللہ کیسا ہے، اللہ کہاں ہے، اللہ جل شانہٗ کی صورت و شکل کیا ہوگی، اللہ کے ہاتھ پاؤں کیسے ہوں گے؟ فرماتے ہیں یہ سوچنا درست نہیں ہے۔ اس کی صفات کے بارے فکر کرنا اور اس کی صفات پر اس کی معرفت طلب کرنا صحیح طریقہ ہے۔ حق تعالیٰ کی معرفت بالکنہ ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم اگر ذات کو سمجھنا چاہیں تو یہ انسانی ادراک علم، عقل اور ان چیزوں سے بالاتر ہے۔ انسان صفات میں غور کر سکتا ہے کہ اس کی معرفت بالوجہ ہوتی ہے یعنی اس کی صفات سے ہوتی ہے۔

دینی مصلحت سے کفار کے مجامع میں جانا

قولہ تعالیٰ: فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (الشعراء: 38)

ترجمہ: غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے۔

"سورہ طٰہٰ میں اس کی تعیین کی تصریح ہے کہ وہ يَوْمُ الزِّيْنَةِ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل باطل کے ایسے مجامع میں کسی دینی غرض سے جانا جائز ہے جس کو طالب جاہ علماء بوجہ خلاف وضع ہونے کے کبھی گوارا نہیں کرتے۔"

فرمایا جب فرعون نے جادوگر جمع کئے تو سارے ملک کا چنا ہوا کفر جمع ہو گیا اور یہ کافروں کا مجمع تھا اور یہ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ یَوْمُ الزِّيْنَةِ (طٰہٰ: 59) جیسے ہم عید مناتے ہیں اس طرح کا ان کا کوئی تہوار بھی تھا یَوْمُ الزِّيْنَةِ یعنی خوبصورت کپڑے پہننے، بننے سنورنے کا دن تھا۔ اس دن انہوں نے یہ مقابلہ رکھا۔ تو وہ کافروں کا دن بھی تھا اور ملک کے چیدہ چیدہ کفار بھی جمع ہو گئے اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام وہاں تشریف لے گئے۔ تو وہ فرماتے ہیں اگر اس طرح کا کوئی کفار کا مجمع بھی ہو تو دینی غرض سے جانا پڑے، دینی بات کرنا پڑے، اللہ کا پیغام پہنچانا پڑے تو وہاں جانا چاہیے اکثر مولوی حضرات اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور وہاں جانا مناسب نہیں سمجھتے حالانکہ مصلحت دینی کا تقاضا ہو تو وہاں ضرور جانا چاہیے۔

بعض اکابر کا کسی امر منکر پر سکوت کرنے کا عذر:

قولہ تعالیٰ: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (سورۃ الشعراء: 43)

ترجمہ: "موسیٰ" نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو ڈالو۔

"ظاہراً اس میں امر ہے عمل بالسحر کا لیکن آپ" کا مقصود ان کے سحر کا ابطال تھا اور وہ موقوف تھا اس کے اظہار پر، اس لئے اظہار کا اذن دیا۔ جیسے زندیق سے کہا جاوے کہ اپنے دعویٰ باطلہ پر دلیل قائم کر اور غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی اقامت کے بعد رد کیا جاوے گا۔ پس بعض بزرگوں سے جو بعض منکرات پر چشم پوشی منقول ہے، ایسا ہی عذر ان کے اس فعل میں ہے کہ مقصود ان کا کوئی مصلحت دینیہ ہوتی ہے جو اس وقت خفی ہے اور آئندہ ظاہر ہو جاوے گی۔"

موسیٰ نے جادوگروں سے فرمایا کہ تمہیں جو ڈالنا ہے رسے، لکڑیاں، لاٹھیاں جو ڈالنا ہے ڈالو، اژدھا بنا کر دکھاؤ۔ تو فرماتے ہیں بظاہر تو اس میں یہ ہے کہ انہیں جادو کی اجازت دے دی گئی کہ تم اپنا جادو کر کے دکھاؤ لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان کے جادو کو باطل کرنا منظور تھا، اس کو رد کرنا مقصود تھا اور رد تب ہی ہو سکتا تھا جب وہ ظاہر کرتے پھر اس کو باطل کیا جاتا، پھر اس کا رد ہو سکتا تھا۔ تو اسی طرح فرمایا بزرگان دین بعض لوگوں کی غلطیوں پر چشم پوشی کر جاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ غلطی ٹھیک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی نگاہ میں کوئی مصلحت ہوتی ہے، کسی موقع پر اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح کے اعتراض نہیں کرنے چاہئیں کہ فلاں بزرگ کے پاس فلاں آدمی بھی بیٹھا تھا، لوگوں کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ ایک دن ایک آدمی نے مجھ سے بھی پوچھا کہ علاقے کے لوگ یا باہر سے بھی لوگ آپ کے پاس آجاتے ہیں اور کوئی یہ تمیز نہیں ہے کہ اچھا ہے یا برا ہے۔ اس میں برے لوگ بھی آجاتے ہیں، بدکار بھی آجاتے ہیں، چور ڈاکو بھی آجاتے ہیں، وہ بھی آپ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، چائے پیتے ہیں اور عزت سے چلے جاتے ہیں۔ تو میں نے کہا بھئی جتنی دیر میرے پاس بیٹھتے ہیں کوئی برائی نہیں کرتے۔ یہاں تو کچھ نہیں کرتے، تو میں نے کہا کسی آدمی کی زندگی میں چند لمحے اگر وہ برائی سے بچ سکے تو تم کو کیا اعتراض ہے۔ چلو وہ برا سہی، بدکار سہی لیکن پندرہ منٹ، بیس منٹ، آدھا گھنٹہ، ایک گھنٹہ جب یہاں بیٹھتا ہے تو اللہ کی باتیں سنتا ہے، نیکی کی بات سنتا ہے، اپنی برائی کو چھوڑ دیتا ہے کچھ دیر کے لئے۔ تو اللہ قادر ہے، ہو سکتا ہے اسے کوئی بات پسند آجائے اور برائی کو اس سے ہمیشہ کے لئے چھڑا دے۔ تو اگر آپ صرف نیک، نیک لوگ ہی جمع کرتے رہیں گے تو بدکاروں کی اصلاح کیسے ہو گی؟ اگر انہیں قریب ہی نہیں لگنے دیں گے تو ان کی اصلاح کیسے ہو گی، ان تک بات کیسے پہنچے گی؟ تو فرمایا موسیٰ نے جادوگروں کو کمالِ شفقت سے فرمایا کہ کرو جو تم نے ظاہر کرنا ہے، سانپ وغیرہ بناؤ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے جادو پر موسیٰ راضی تھے، جادو کا تو رد کرنا تھا لیکن وہ ظاہر کرتے تو رد ہوتا۔

اشتیاقِ موت:

قولہ تعالیٰ: قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (سورۃ الشعراء: 50)

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے۔

"جملہ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ علت ہے لَا ضَیْرَ کی یعنی ہمارا تو اس میں نفع ہے کہ ہم اس قتل سے اپنے رب کے پاس جا پہنچیں گے جو کہ محب کے لئے خود مرغوب ہے۔ پس اس میں جیسے عدم مبالاۃ ہے قتل کی، اسی طرح اشتیاق الی الموت بھی ہے۔"

اس میں دو چیزیں ہیں، ایک تو حضرتؒ نے لکھ دی کہ جب بندے کو معرفت باری حاصل ہو جاتی ہے، وصول الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے وہ خودکشی تو نہیں کرتا لیکن موت سے ڈرتا بھی نہیں۔ ساری زندگی موت کا خوف ہر بندے کا تعاقب کرتا رہتا ہے کہ میں مر نہ جاؤں لیکن جب حصولِ حق ہوتا ہے تو موت بھی اس کیلئے ایک خوشی کا سبب ہوتی ہے کہ اگر موت آگئی تو میں اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاؤں گا اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔ دوسری بات اس میں یہ بھی ہے کہ ان جادوگروں کو کس نے بتایا تھا کہ تم مر کر اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ گے اور تمہیں قبول بھی کر لیا جائے گا اور تمہیں جنت کی نعمتیں دی جائیں گی اور تمہارے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے؟ دوسری جگہ انہوں نے یہ ساری تفصیل بھی کہی اور یہ بھی فرض کیا کہ ہم پہلے پہلے مسلمانوں میں شمار ہوں گے جو اللہ کی بارگاہ میں شہید ہو کر پہنچیں گے۔ یہ انہیں کس نے بتایا؟ چونکہ وہ لاٹھیاں رسیاں ڈالنے تک تو موسیٰؑ کے مخالف کھڑے تھے، آپؑ کی تبلیغ تو انہوں نے سنی نہیں اور پھر دور دراز شہروں سے جمع کئے گئے۔ تو یہ ہے کہ ان کے دل نے جب ایمان قبول کیا تو اتنے خلوص سے قبول کیا کہ انہیں قلب پیغمبر سے مناسبت ہوگئی۔ نبیؑ کے قلب سے اس مناسبت کے باعث تمام اخروی علوم بغیر زبان سے نکلے بغیر کسی کے بتائے قلبِ موسویؑ سے ان کے قلوب میں آگئے اور یہ سب سے مضبوط ذریعہ ہے علم کا اور اسی کو علم لدُنی کہتے ہیں کہ اللہ کریم اپنے کرم سے نبیؑ کے قلبِ اطہر سے علوم کو ان کے قلب میں منتقل فرما رہا ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر 48 سے آگے

جب ہمارا قافلہ چھترکلاس پہنچا تو وہاں ناظم اعلیٰ کے ایک عزیز نے ہمارا استقبال کیا۔ جہاں پر نیلم جہلم ہائیڈرالک پلانٹ دریائے نیلم اور دریائے جہلم کے اوپر بنایا جا رہا ہے۔ یہ پراجیکٹ 2008ء میں چائنہ کے اشتراک کے ساتھ شروع کیا گیا تھا جس کے دسمبر 2017ء میں مکمل ہونے کا امکان ہے۔ اس منصوبہ کے مطابق مظفر آباد سے 41 کلومیٹر اپ سٹریم نوسیری کے مقام پر سرنگوں کے ذریعے دریائے نیلم کے پانی کا رخ موڑ کر چھترکلاس پر پاور ہاؤس قائم کیا جائے گا۔ اس پلانٹ سے 969 میگاواٹ بجلی کی پیداوار ہوگی۔ دریائے نیلم کے پانی کو 47 کلومیٹر زیرزمین سرنگ کے ذریعے دریائے جہلم کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ اس پراجیکٹ کے اوپر 4.03 بلین ڈالر کی لاگت آئے گی۔ اس پراجیکٹ کا 90 فیصد حصہ بلند و بالا پہاڑوں کے نیچے زیرزمین ہے جبکہ محض 10 فیصد حصہ سطح زمین پر ہے۔ یہ منصوبہ اپنی تکمیل پر بجلی کے قومی نظام کو ہر سال 5 ارب 15 کروڑ یونٹ سستی اور ماحول دوست بجلی مہیا کرے گا۔

ایک مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی جہاں سے ہمارے میزبان سردار غلام مصطفیٰ، غلام مرتضیٰ اور دیگر باغ کے ساتھیوں نے ہمیں رخصت کیا اور ہم براستہ بھوربن، مری سے بغیر کے رات 8 بجے دارالعرفان اسلام آباد پہنچے۔ جہاں پر محمد ارشد، سیکرٹری جنرل راولپنڈی ڈویژن اور ڈاکٹر نوید بابر نے استقبال کیا۔ ہمارے واپسی کے سفر میں تقریباً 7 گھنٹے کا وقت لگا۔ ایک گھنٹہ دارالعرفان، اسلام آباد قیام کے بعد صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان دارالعرفان منارہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

آخر میں میں آپ احباب سے ایک بات شیئر کرنا چاہوں گا کہ اگر سلسلہ عالیہ اور الاخوان کا ہر ذمہ دار اپنی ذمہ داریوں کو ذہن میں لاتے ہوئے اس پر محنت کرے جیسا کہ ناظم اعلیٰ نے اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کیا ہوا ہے تو ان شاء اللہ حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا جو مشن ہے کہ میں ایک ایک بندے پر محنت کر کے اسے چلتا پھرتا اسلام بنانا چاہتا ہوں تو وہ منزل ہم جلد پا سکتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں استقامت نصیب فرمائے اور مشائخ سے فیض کامل حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اکرم التفاسیر

سورۃ الصّٰفّٰت آیات 1 تا 21

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (۱) فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (۲)

قسم ہے صف باندھنے والوں کی پرا جما کر۔ پھر ان (فرشتوں) ڈانٹ دینے والوں کی جھڑک کر۔

فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا (۳) اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (۴)

پھر ان کی جو ذکر (قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں۔ بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے،

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا اور پروردگار ہے

وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (۵) اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ (۶)

طلوع کرنے کے مواقع کا۔ بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین فرمایا۔

وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ (۷) لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى

اور ہر سرکش شیطان سے اس کی حفاظت فرمائی۔ کہ عالم بالا کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ (۸) دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (۹)

سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (وہاں سے) نکال دینے کو اور ان کیلئے دائمی عذاب ہوگا۔

اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (۱۰)

مگر جو (شیطان فرشتوں کی) کسی چھوٹی سی بات کو جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ

سو ان سے پوچھئے کیا ان کا پیدا کرنا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے پیدا فرمائی؟ بے شک ان لوگوں کو ہم

طِيْنٍ لَّازِبٍ (۱۱) بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ (۱۲)

نے چپکتے گارے سے پیدا فرمایا ہے۔ بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ (۱۳) وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ (۱۴)

اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۱۵) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

اور کہتے ہیں یہ تو صریح جادو ہے۔ بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (۱۶) اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (۱۷) قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ

ہم (پھر) زندہ کئے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ فرما دیجئے کہ ہاں! اور

دَاخِرُوْنَ (۱۸) فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ (۱۹)

تم ذلیل بھی ہو گے۔ پس یہ تو ایک زور دار آواز ہوگی پھر یکدم یہ دیکھنے لگیں گے۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ (۲۰) هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ

اور کہیں گے وائے ہماری بدبختی! یہ تو وہی روز جزا ہے۔ (ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (۲۱)

تم جھٹلایا کرتے تھے۔

سورۃ الصّٰفّٰت شروع ہوتی ہے۔ سورۃ یٰسٓ مکمل ہوگئی، الحمدللہ۔ سورۃ الصّٰفّٰت اس سے اگلی سورۃ ہے اور یہ سورۃ بھی اُن سورتوں میں ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں احکام بھی ملتے ہیں لیکن زیادہ بحث عقائد کی ہوتی ہے اور جو سورتیں بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اُن میں بھی عقائد ہیں لیکن زیادہ بحث احکام پر ہے۔ یہ سورۃ الصفٰت بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

ارشاد ہوتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (۱) اہل مکہ میں بے شمار طرح کے لوگ تھے جن کے مختلف عقیدے تھے۔ شرک یا کفر میں سارے ایک جیسے تھے لیکن شرک اور کفر کی بھی کئی اقسام تھیں۔ کوئی ستاروں کو پوجتا تھا، کوئی فرشتوں کی پوجا کرتا تھا، کوئی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتا، کوئی سورج کو پوجتا، کوئی چاند کو، کوئی بتوں کو اور کوئی آگ

کو۔ ہر طرح کے عقائد موجود تھے کیونکہ جہاں گرد لوگ تھے۔ دوسرے ممالک میں تجارتی سفروں پر جاتے تھے تو کہیں کہیں سے کچھ نہ کچھ نئی چیز لے آتے۔ ہر طرح کا کفر جمع ہوگیا تھا۔ فرمایا، قسم ہے پرہ جما کر صف باندھنے والے فرشتوں کی یعنی تم جن فرشتوں کی پوجا کرتے رہتے ہو وہ صف بستہ، ہمہ وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہیں۔ اُس کے تعمیلِ ارشاد کے لیے اُن کا یہ حال گواہ ہے۔ قسم کا معنی ہوتا ہے، جس کی قسم دی جاتی ہے کہ وہ اِس بات پہ گواہ ہے، ہم یہ روزمرہ جو قسمیں دیتے ہیں تو اس میں فرماتے ہیں کہ صرف اللہ کی قسم دی جانی چاہیے۔ اللہ کے سوا کسی کی نہیں کیونکہ اللہ ہی ہر حال پہ شاہد اور گواہ ہے۔ ہمہ وقت۔ کسی اور کی قسم جائز نہیں ہے۔ یہاں اللہ کریم نے فرشتوں کی قسم اس لیے دی کہ تم فرشتوں کی پوجا کے چکر میں پڑے ہو اور وہ بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ، صف بستہ، تعمیلِ ارشاد کے لیے کھڑے ہیں۔ وہ اُس کے بندے ہیں، اُس کی مخلوق ہیں۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ﴿۲﴾ پھر ان فرشتوں کی جو شیاطین کو اور فساق و فجار کو اور کفار کو جھڑک دیتے ہیں، وہ آسمانی دنیا میں یا اللہ کی بارگاہ میں کسی طرح کی کوئی مداخلت، کسی حکم میں، کسی ارادے میں، کسی کام میں نہیں کر سکتے۔ خاص فرشتے مقرر ہیں جو ڈانٹ اور جھڑک دیتے ہیں۔ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکۡرًا ﴿۳﴾ اور پھر وہ فرشتے ہمہ وقت اللہ کریم کے کلام کی تلاوت کرتے رہتے ہیں یعنی فرشتے دست بستہ، تعمیلِ ارشاد کے لیے حاضر ہیں۔ فرشتے ہر طرح کی قباحت سے حفاظت کی ڈیوٹی پہ مامور ہیں اور وہ کر رہے ہیں۔ یہ فرشتے ہمہ وقت اللہ کا کلام دہراتے رہتے ہیں اور یہ سارے اس بات پہ گواہ ہیں اِنَّ اِلٰـهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ کہ تمہارا معبود بے شک وہی، وحدہٗ لا شریک ہے۔ کوئی اُس جیسا دوسرا نہیں کہ جس کی بارگاہ میں ہمہ وقت، ہر چیز دست بستہ حاضر ہو، یہ فرشتے، صف بستہ فرشتے بھی اور حفاظت کرنے والے بھی اور ہر وقت تلاوت کرنے والے بھی، یہ سب اس بات پہ گواہ ہیں۔ ان کا کردار، ان کا نظریہ، ان کا عقیدہ، ان کا عمل اس بات پہ دلیل ہے کہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، کوئی ایسی ہستی نہیں، جس کی عبادت کی جائے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اس کی عظمت یہ ہے کہ وہ آسمانوں کا بھی رب ہے۔ رب کے معنیٰ ہوتے ہیں کہ ہر ضرورت، ہر وقت، ہر حال میں، ہر جگہ پوری کرنے والا تمام آسمانی دنیا کا بھی وہ اکیلا رب ہے۔ آسمانوں کی، آسمانی مخلوق کی ہمہ وقت، ہر ضرورت، ہر وقت وہی پوری کرتا ہے۔ وہی اُن کے حال سے واقف ہے۔ اُسی کے خزانۂ قدرت میں ان کی غذا بھی ہے، دوا بھی ہے۔ وہی اُن کی ہر ضرورت پوری کرتا ہے۔ وَالۡاَرۡضِ 'روئے زمین کی بھی، ساری مخلوق کی ساری ضرورتیں۔ خود زمین کا رب بھی وہ ہے، پیدا بھی اُسی نے کیا، قائم بھی اُسی نے رکھا ہوا ہے۔ جو چیز جس وقت چاہیے ہوتی ہے وہ اپنی بارگاہ سے مہیا فرماتا ہے۔ وَمَا بَیۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ﴿۵﴾ وہ مشارق کا بھی پروردگار ہے یعنی سورج کے طلوع ہونے سے روئے زمین پر حیات کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ 'مشارق' جمع کا صیغہ ہے۔ یہ اس لیے آیا کہ سورج روز ایک جگہ سے طلوع نہیں ہوتا، جگہ بدلتا رہتا ہے، اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ آپ نے بھی اندازہ کیا ہوگا کہ گرمیوں میں سورج ادھر سر پہ آجاتا ہے اور سردیوں میں نیچے چلا جاتا ہے۔ ہر روز ایک نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ، اور ہمہ وقت سورج ہے۔ ہمیں تو جب طلوع ہوتا ہے، پتا چلتا ہے، پھر دوپہر ہوگئی، پھر شام ہوگئی لیکن روئے زمین کے گرد، اس کی گردش ایسی ہے کہ ہر جگہ کہیں نہ کہیں طلوع ہو رہا ہے، کہیں نہ کہیں غروب ہو رہا ہے تو اس کے مشارق و مغارب پھر بے شمار ہوگئے۔ فرمایا، اس سب نظام کا مالک بھی وہی ہے۔ کس لمحے، کہاں سے، کیسے طلوع ہونا ہے، کتنی گرمی کہاں پہنچانی ہے۔ کتنی روشنی کہاں پہنچانی ہے۔ ایک ایک کرن کیسے جائے گی۔ کہاں پہنچے گی؟ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ سارے نظام کا مالک وہ اکیلا ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِزِیۡنَةِ الۡکَوَاکِبِ ﴿۶﴾ اور یہ ہم ہی ہیں کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے مزین کر دیا۔ اُس نے آسمان پر سیارے بنا دیئے، ستارے بنا دیئے جو دور سے ایسے لگتے ہیں کہ جیسے آسمان پہ ٹانکے ہوئے ہوں، آسمان کی زینت ہوں۔ خوبصورتی ہیں، حسن ہیں، آسمان کا، کتنے ہیں ستارے، کوئی نہیں جانتا۔ سائنس دان

صرف کہکشاں کے بارے کہتے ہیں کہ کسی ایک کہکشاں میں کتنے ستارے ہیں، یہ گننا محال ہے۔ ممکن نہیں ہے۔ کتنی کہکشائیں ہیں؟ وہ کہتے ہیں سمجھ نہیں آسکتیں۔ کتنی دریافت ہوچکی ہیں۔ کتنی باقی ہیں، کوئی نہیں جانتا۔ یہ اُس کی وسیع کائنات ہے۔ ہرستارے، ہرسیارے کا تعلق اپنی گردش سے بھی ہے، زمین سے بھی ہے۔ زمین پر جوتبدیلیاں آتی ہیں ان میں بھی ان کا دخل ہے۔ کیا کیا کہاں ہوتا ہے؟ کس کس ستارے کی کیا تاثیر ہے؟ یہ ساری بات اُس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جہاں آسمان کی زینت ہیں وہاں وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ہر سرکش شیطان سے آسمانوں کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ شیطان کو جب راندہ درگاہ کردیا گیا تو پھر آسمانوں پہ جانا اُس کا بند ہوگیا لیکن اُس کی اولاد اور جنات اور شیاطین آسمان کے قریب چلے جاتے تھے، وہاں انہوں نے اپنے بیٹھنے کی جگہیں بنائی ہوتی تھی۔ احکامِ الٰہی آتے۔ فرشتے آپس میں باتیں کرتے تو کوئی نہ کوئی سُن گُن پاکے، کوئی ایک آدھ جملہ کہیں سے کوئی لے اُڑتا۔ وہ پھر آکر اُن کو بتاتا، نجومیوں کو اور جادوگروں کو اور جوان کے پجاری تھے۔ انہیں وہ جو ایک جملہ سنتا اُس کے ساتھ دسوں، بیسیوں اور ملا کر بتاتا، پھر آگے وہ کہانی جوڑ لیتے، تو چھوٹی سی بات میں بہت سچ جھوٹ گھڑ کے لوگوں کو بتاتے۔ لوگ اُن کو پیسے دیتے، پوجا کرتے، سجدے کرتے۔ بعثتِ عالی ﷺ سے یہ ہوا کہ اُن کی ذمہ داری شیطانوں کو روکنے کی بھی لگ گئی اور جو وہ چھوٹی موٹی کہیں خبر، سُن گُن لیتے تھے وہ ختم ہوگئی۔ چنانچہ اُنہی ستاروں سے جو آسمان کی زینت تھے حفاظتی توپ خانے کا کام بھی لیا جانے لگا کہ اب جو شیطان وہاں بات سُننے کے لیے جائے یا کوئی سُن گُن پالے تو اُس پر سیارہ لپکتا اور اُسے جلا کرر کھ دیتا۔ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کوئی ذرا سی کان لگا کر سُننے کی کوشش کریں تو اُن پر ہر جانب سے وہ شعلے لپکتے ہیں اور دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ وہاں سے انہیں بھگا دیا جاتا ہے۔ ایک وقت تک اُن کے پاس بھی مہلت ہے، کوئی یہ نہ سوچے کہ انہیں ختم کیوں نہیں کردیا جاتا۔ فرمایا، جنات وشیاطین کو، انہیں بھی، ایک مہلت دی گئی ہے۔ اُس مہلت تک ہیں، اُس کے بعد اُن میں سے جو بھی خرابی کرے گا، نافرمانی کرے گا اُس کے لیے پھر دائمی عذاب ہوں گے، لمبے عذاب ہوں گے۔ اسے بھی عذاب بھگتنا ہونگے۔ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ ہاں، اُن میں سے کسی کے کان میں کوئی تھوڑی سی بات پڑ جائے تو وہ زمین تک نہیں پہنچا سکتا، اُس پر شہاب ثاقب لپکتا ہے اور اُسے جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ ستارے پہلے بھی تھے۔ اب بھی ستارے ویسے ہی لپکتے ہیں، گرتے ہیں، چلتے ہیں۔ شہابِ ثاقب ہوتے تھے لیکن پہلے یہ کام اُن سے نہیں لیا جاتا تھا۔ بعثتِ عالی ﷺ کے بعد یہ کام اُن سے لیا جانے لگا۔ جنات کا مکہ مکرمہ میں آکر جہاں حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، قرآن سننے کا اور ایمان لانے کا تذکرہ قرآنِ کریم میں ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ جنوں میں یہ سوال پیدا ہوگیا کہ آج تک تو ہم جاتے تھے آسمان کے ساتھ کان لگا کے، کوئی سُن گن۔۔۔۔ تو اب نزدیک کوئی نہیں جانے دیتا، ہوا کیا ہے؟ کیا تبدیلی آئی ہے دنیا پر؟ کیا ہوا ہے کہ ہمیں روک دیا گیا ہے۔ وہ ہر طرف پھیل گئے کہ تلاش کرو، پتا کرو، دنیا میں کیا ہوا ہے؟ کچھ مکہ مکرمہ کی طرف آئے۔ وہاں مسجد بنی ہوئی ہے اور اُسے 'مسجدِ جن' ہی کہتے ہیں۔ وہاں حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے تو قرآنِ کریم کی تلاوت سُننے لگ گئے اور انہوں نے کہا کہ یہی وہ وجہ ہے کہ ہمیں آسمانوں سے روک دیا گیا ہے۔ پھر وہ ایمان لائے، مسلمان ہوگئے اور واپس جا کر انہوں نے اپنی قوم میں بھی، باقی جنات کو بھی تبلیغ کی۔

ایک دفعہ بات ہوئی تھی کہ فلاں جن سید ہیں، شاہ صاحب ہیں تو مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے کہا سید تو نبی کریم ﷺ کی اولاد کو کہتے ہیں تو جنات میں سید کہاں سے آگئے؟ بتایا گیا، جی، جنات میں وہ جن جو پہلے ایمان لائے تھے حضور ﷺ کی تلاوت پاک سُن کر اور پھر انہوں نے دین کی تبلیغ شروع کی تھی، اُن کی اولاد کو جن، سید کہتے ہیں۔

فرمایا، اگر کوئی جملہ، کوئی چھوٹی موٹی بات لے اڑے جن، تو اب وہ ان جادوگروں تک، کاہنوں تک نہیں پہنچ سکتا اور اُن کو نہیں بتا سکتا۔ اُس پر شہابِ ثاقب لپکتا ہے اور اُسے جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۔۔۔۔ ﴿۱۱﴾ یہ ساری بات کرکے، آسمانوں زمینوں کی تخلیق، جو کچھ اُس میں ہے اُس کی تخلیق

ستاروں، سیاروں سے مختلف، اُن کی ذمہ داریاں، ڈیوٹیاں ہیں، ذرا اُن سے پوچھیے تو سہی، یہ کائنات اتنی وسیع بنانا مشکل ہے یا تمہیں زندہ کرنا مشکل ہے۔ فَاسْتَفْتِهِمْ ان سے پتا کیجیے پوچھیے، ان سے سوال کیجیے کہ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۔۔۔۔ ⑪ اِن کفار ومشرکین کا دوبارہ بنانا مشکل ہے یا وسیع کائنات کا۔ اس کی تخلیق، اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪ انہیں تو ہم نے ایک ٹپکے ہوئے گارے سے پیدا کر دیا تھا۔ وہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے مختلف ذرّات کو مختلف شکلیں دیں، صورتیں دیں پھر اُسے مادے کی شکل دی، پھر اسے انسان بنا دیا۔ تھا تو مٹی ہی، گارا ہی، تھا تو مٹی کے ذرّات ہی، اُسے، کِن کِن صورتوں میں سے گزار کر انسان بنایا۔ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ آپ تعجب کرتے ہیں اِن کی سوچ پر، اِن کی فکر پر، اِن کے اس انداز پر، یہ عظمتِ باری سے آشنا نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں سب سے واضح چیز جو سب سے زیادہ ہمہ وقت ہر جگہ دستیاب ہے، وہ اللہ کی وحدانیت اور اُس کی عظمت ہے، ہر جگہ بکھری پڑی ہے۔ پتا پتا اُس پہ گواہ ہے۔ ڈالی ڈالی اُس پہ گواہ ہے۔ ذرہ ذرہ اُس پہ گواہ ہے۔ کسی ذرا سی چیز کو دیکھنے لگو تو اُس کے بنانے والے کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا۔ ایک تنکا لے لیں، کوئی دوسرا اللہ کے سوا اُس جیسا تنکا پیدا نہیں کر سکتا، اُس میں وہ خصوصیات نہیں رکھ سکتا، اُس میں وہ تاثیر نہیں رکھ سکتا اُس میں وہ خوشبو نہیں رکھ سکتا۔ ہر ذرّہ، ہر تنکا، ہوا کا ہر جھونکا، بارش کا ہر قطرہ، کائنات کی ہر جنبش اُس کی عظمت کی گواہ ہے، یعنی دنیا میں سب سے زیادہ واضح چیز جو ہے وہ عظمتِ الٰہی ہے۔ سب سے زیادہ واضح۔ اس لیے آپ ﷺ تعجب فرماتے ہیں کہ اتنی واضح چیز کو یہ قبول نہیں کرتے؟ سورج نکلا دن ہو گیا۔ سارے مان لیتے ہیں دِن ہو گیا۔ سورج کو کس نے بنایا؟ اس سے دِن کیسے ہو گیا؟ اسے تاریکی دور کرنے کی خصوصیت، کس نے دی۔ اس میں اتنی تمازت کس نے رکھ دی کہ یہ سارے جہانوں کو گرمائے پھرے ہے۔ فرمایا، دن کو مانتے ہو، سورج کو مانتے ہو اور اُس کے بنانے والے کو نہیں مانتے۔ عجیب بات ہے۔ فرمایا، آپ ﷺ تعجب فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ بکھری ہوئی حقیقت، کائنات میں جو جگہ جگہ ہے، وہ عظمتِ الٰہی کی حقیقت ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب کا خالق ہے۔ اللہ سب کا مالک ہے۔ اللہ سب کا رازق ہے۔ اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ ایسی بڑی حقیقت، پھر اُس کو سمجھانے کے لیے اللہ کتابیں نازل فرماتا ہے۔ انبیاءؑ مبعوث فرماتا ہے، پھر بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتا، کمال بات ہے! وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ آپ ﷺ اُن کی اس عقل کی ناکامی پہ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں اور وہ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں کیونکہ اُن کی حقیقت شناس آنکھ تو بند ہے۔ وہ تو مادے میں پھنسے ہوئے ہیں، اسی صبح وشام میں پھنسے ہوئے ہیں، اسی کھانے پینے، دولت، دنیا، اقتدار، وقار کے چکر میں، انہیں اور کچھ نظر ہی نہیں آ رہا۔

آنکھوں کی کچھ بیماریاں ہوتی ہیں۔ چیزیں ہوتی اور ہیں بعض اوقات نظر اور آتی ہیں۔ مجھے ایک دفعہ تکلیف ہو گئی، سامنے جو چیز ہوتی وہ مجھے ٹھیک نظر آتی۔ تھوڑی سی دائیں بائیں ہوتی تو ایک دو دو نظر آتی، تو جدھر ایسے دیکھو آگے دو دو نظر آئیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ پلیٹ پڑی ہے، میز پر کھانا کھا رہا ہوں تو مجھے دو نظر آئیں اور میں نے، جہاں نہیں تھی وہاں لقمہ لگانے کی کوشش کی، یہ بھی ہوا۔ بہت اچھے ڈاکٹر کے پاس گیا، اُس نے پنسل کبھی ادھر کر کبھی اُدھر کر کے بتایا، ہاں جی! آپ کو یہ تکلیف ہے، یہ دو نظر آتی ہیں۔ میں نے کہا، تکلیف تو مجھے پتا ہے اس کا علاج بتائیں، آپ کے پاس علاج کے لیے آیا ہوں۔ وہ فرمانے لگے کہ دونوں آنکھوں کے عدسے ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ ان میں تین تین پٹھے دونوں طرف ہوتے ہیں جو اُن کو دائیں بائیں چلاتے ہیں۔ اُن میں سے کوئی ایک ڈھیلا ہے۔ کون سا ڈھیلا ہے؟ کہنے لگے، یہ نہیں پتا چل سکتا، کوئی ایک loose ہو گیا ہے۔ تو ایک آنکھ کا جو آئینہ ہے، ڈھیلا ہے وہ زیادہ پھر جاتا ہے، تو وہ دو دو دیکھتا ہے۔ ایک الگ دیکھ رہا ہوتا ہے، دوسرا الگ دیکھتا ہے۔ میں نے کہا، بھئی کون سا؟ کہتا ہے یہ ناممکن ہے، یہ پتا نہیں چل سکتا کہ ان میں سے کون سا ڈھیلا ہے؟ "اس کا علاج؟" کہنے لگا، ہمارے پاس کوئی نہیں۔ میں نے کہا، کیا فائدہ ہوا؟ الحمدللہ! معجون سی بنائی اور اللہ کا شکر ہے اُس سے ٹھیک ہو گئے، اب تک ٹھیک ہے۔ الحمدللہ! یہ کئی سال پہلے کی بات ہے، نظر ٹھیک ہو گئی۔ تھوڑی سی معجون کھائی اور اُس سے اللہ کا شکر ہے نظر ٹھیک ہو گئی، لیکن جب آنکھ

میں فرق آیا تو چیزیں دو دو نظر آنے لگ گئیں۔ اِسی طرح انسانی علم کے ذرائع جب بگڑتے ہیں تو اُس کی معلومات بھی مختلف ہو جاتی ہیں۔ جب گناہوں کا، کفر کا پردہ پڑتا ہے تو پھر عظمتِ الٰہی نظر نہیں آتی، پھر صرف دنیا اور دنیوی فائدے نظر آتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ تو حیرت زدہ رہ جاتے تھے کہ سب سے بڑی حقیقت 'عظمتِ الٰہی' ذرّہ ذرّہ جس کا گواہ ہے وہ انہیں کیوں سمجھ نہیں آتی۔ آپؐ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ اور یہ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے ہیں کہ دیکھو یہ بھی کوئی بات ہے کہ اللہ ہے اور ہر چیز کا خالق ہے اور ہر کام وہی کرتا ہے، کیسے ہو سکتا ہے؟ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے، سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں۔ یہ بھی بڑی لطیف بات ہے۔ اللہ کے نبیؑ کو جب نبیؑ مان لیا جائے تو پھر ایمان کا حصہ یہ ہے کہ جو نبی پاک ﷺ نے فرمایا، وہ سچ ہے، اس کے علاوہ جو کوئی بات کرے وہ غلط ہے۔ کوئی دانشور کرے، کوئی عقلمند کرے، کوئی محقق کرے، کوئی سائنسدان کرے، کوئی فلاسفر کرے جو بھی اُس کے خلاف ہے، وہ غلط ہے۔ کسی کی بات چھوڑ، ہماری اپنی عقل کہے کہ نہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے تو عقل غلط کہہ رہی ہے، جو نبی ﷺ نے فرمایا، وہ ٹھیک ہے۔

فرمایا: جب انہیں آپ ﷺ نصیحت کرتے ہیں تو یہ آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے۔ ان کی جو ناقص عقل میں اور اُس نفس میں آتی ہے جو گناہوں سے اور کفر سے لتھڑ چکا ہے، اُس پر یقین کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی بات پہ یقین نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے، بہت سے احکامِ شرعی ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ قرآنِ کریم میں ایک جگہ آتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو لوگوں کو حکم دے دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو، تمہارا اسلام قبول کر لیں گے۔ فرمایا، بہت تھوڑے لوگ ہوتے جو ایمان کی خاطر، خود اپنے سینے میں خنجر چبھو دیتے یا اپنی گردنیں کاٹ دیتے لیکن فائدے میں وہی رہتے جو گردنیں کاٹ دیتے۔ ہدایت انہی کو نصیب ہوتی۔ اگر ہم یہ کر دیتے کہ ایمان تب قبول ہوگا کہ اپنی گردن کاٹ دو تو جو گردن کاٹتا ایمان اُسی کا قبول ہوتا۔ اب عقل اس فلسفے کو نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کون سا ایمان ہے گردن ہی کاٹ دو۔ فرمایا، یہ میری مرضی جو حکم میں دے دیتا۔ ہم نے تو ایسا کوئی حکم نہیں دیا تمہیں۔ حلال جائز طریقے اور جائز وسائل بتائے ہیں۔ کسی نعمت سے نہیں روکا۔ ہاں! اس کے کرنے کا، کمانے کا، استعمال کا سارا طریقہ بتا دیا اُس کے مطابق کرو۔ فرمایا جب آپ ﷺ نصیحت کرتے ہیں وَاِذَا ذُكِّرُوْا جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ یہ نصیحت نہیں پکڑتے۔ یہ اپنی عقل پہ رہتے ہیں جبکہ ان کی عقلیں ماؤف ہو چکی ہیں۔ کفر و شرک کے سبب آلودہ ہو چکی ہیں، زنگ آلود ہو چکی ہیں وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ جب آپ دلائل دیتے ہیں تو یہ مذاق اڑاتے ہیں، پھر اگر کوئی معجزہ ظاہر ہوتا ہے آپ کی ذاتِ باصفات سے يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ تو اُس کا بھی مذاق اُڑاتے ہیں۔ سمجھایا جاتا ہے تو سمجھتے نہیں۔ اگر بطور دلیل کوئی معجزے کا اظہار ہوتا ہے تو اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو شعبدہ بازی ہے۔ یہ تو جادوگری ہے، یہ تو یہ ہے یہ تو وہ ہے۔ اللہ کے قرآن کے بارے کہتے ہیں۔ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ یہ آپ ﷺ کے معجزات، یہ آپ ﷺ کا کلام یہ قرآن، یہ آپ ﷺ کی حدیث، یہ آپ ﷺ کے ارشادات، یہ فلاسفی جو آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، یہ سارا جادو ہے۔ بھئی یہ کوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتا اور یہ بات بڑی عجیب ہے ہمارے پلے نہیں پڑتی۔

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ عجیب بات ہے مر جائیں گے، ہڈیاں بن جائیں گی، ہڈیاں بھی گل سڑ جائیں گی، مٹی خاک ہو جائیں گی۔ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ پھر ہمیں زندہ کر دیا جائے گا۔ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ کیا ہمارے پہلے باپ، دادوں کو جو مر چکے ہیں انہیں پھر کھڑا کر دیا جائے گا؟ وہ پھر کیسے زندہ ہوں گے؟ جب ایک بندہ مر گیا، اُس کا وجود گل سڑ گیا، ہڈیاں گل کر خاک ہو گئیں۔ کوئی آگ میں جل گیا، کسی کو درندے کھا گئے، کوئی سمندروں میں غرق ہو گیا کوئی مچھلیاں کھا گئیں، کوئی کہاں گیا۔ کوئی کہاں گیا۔۔۔ یہ کیسے پھر زندہ ہوں گے؟ کب سے ہمارے باپ دادا مر گئے، پھر وہ زندہ تو نہیں ہوئے۔ کون انہیں زندہ کرے گا؟ اب دلائل تو گزر چکے تھے اور اس سے پہلے یہ ساری تخلیق اور دوبارہ تخلیق کی بات زیر بحث آ چکی تھی تو ارشاد ہوا قُلْ نَعَمْ ... ﴿۱۸﴾ فرما دیجئے، یقیناً ایسا ہی ہوگا اور صرف یہ نہیں کہ تم دوبارہ زندہ

ہوگے۔ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ تم ذلیل بھی ہوگے۔ جب دوبارہ زندہ ہوگے تو اپنے اس کفر پر خاتمے کی وجہ سے اور شرک پر خاتمے کی وجہ سے اور برائی پر خاتمے کی وجہ سے تم رُسوا بھی ہوگے۔ تم نہ صرف زندہ ہوگے، تم رُسوا بھی ہوگے، تمہیں ذلیل بھی کیا جائے گا۔ اس دن کی بات انہیں بتایئے جب دوبارہ زندہ ہوں گے اور میدان حشر میں کھڑے ہوں گے۔ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ وہاں پھر انہیں سمجھ آئے گی۔ ہماری بدبختی يٰوَيْلَنَا ہم تباہ ہوگئے، ہماری بدنصیبی، قیامت کا دن تو آ گیا۔ جب تک ہمارے پاس مہلت تھی، فرصت تھی، ہم دنیا میں تھے، ہم اس کا مذاق اڑاتے رہے اور ہم سمجھتے رہے یہ قصے کہانیاں ہیں۔ ہم نے کہا یہ جادو ہے اور یہ تو نہیں ہے، لیکن وہ تو سچ ہوگیا۔ فرمایا، اُس دن کہیں گے۔ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ جب دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے اور کفر و شرک کے باعث ذلت اور رسوائی سے دوچار ہوں گے تو پھر انہیں سمجھ آئے گی کہ واقعی قیامت کا دن آ گیا۔ ارشاد ہوگا، ہاں! واقعی هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ یہی وہ فیصلوں کا دن ہے جسے ساری عمر تم جھٹلاتے رہے۔

بڑی عجیب بات ہے یہ کہ جھٹلانا۔ کبھی تو آدمی علی الاعلان انکار کر دیتا ہے، یہ بھی جھٹلانا ہے لیکن اکثر یہ ہوتا ہے کہ بندے میں اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ سیدھا سیدھا انکار کر دے۔ اُس کا عمل جو ہے وہ بتاتا ہے کہ اسے قیامت پر یقین نہیں ہے۔ جب وہ کسی کا مال کھا لیتا ہے، لوٹ لیتا ہے، چوری کر لیتا ہے، رشوت لے لیتا ہے تو اُس کا یہ عمل بتاتا ہے کہ اُسے یوم حساب پہ یقین نہیں ہے ورنہ اسے پتا ہوتا کہ یہ روپے کس طرح لوٹائے جائیں گے، یہ میرے لیے حرام ہیں۔ حرام کھاؤں گا، میرے بدن میں جب حرام جائے گا اُس کی تاثیر کیا ہوگی؟ جب اولاد کو حرام سے، رشوت سے، پالوں گا تو بڑے ہو کر وہ کیا کریں گے، اُن کا کردار کیا بنے گا۔ قبر میں، میں کیا جواب دوں گا۔ روزِ محشر مجھ سے پوچھا جائے گا تو اُس کا کیا ہوگا۔ یہی تو نہیں پوچھا جائے گا بہت سے سوال بن جائیں گے کہ تو نے دوسرے کا حق چھینا، حرام کھایا اولاد کو حرام کھلا کر اُن کی عاقبت برباد کر دی اور حرام کا گوشت اور خون اُن کے پیٹ میں ڈال کر انہیں دین سے دور کر دیا۔ اُس کا عمل یہ بتاتا ہے کہ اُسے قیامت پہ یقین نہیں ہے۔ گناہ اُس بندے سے بھی ہو سکتا ہے جس کو قیامت پہ یقین ہو غلطی ہو جانا انسانی کمزوری ہے، بشری کمزوری ہے لیکن جسے قیامت پہ یقین ہو وہ فوراً رجوع إلی اللہ کرتا ہے۔ غلطی ہو جائے تو توبہ کرتا ہے، اُس کا کفارہ ادا کرتا ہے، اُس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ غلطیاں کر کے جب ہم فخر کرتے ہیں کہ میں نے فلاں سے اتنے لوٹ لئے، میرا کسی نے کچھ بھی نہیں بگاڑا، پتا ہی کسی کو نہیں ہے۔ جس کی مخلوق ہے، وہ جس نے حساب لینا ہے اسے پتا ہے، تمہیں غلطی لگی ہے۔ حکومت کو، پولیس کو نہیں پتا، تو نہ پتا ہوگا۔ جس نے حساب لینا ہے، اُسے تو پتا ہے، اُس سے تو تم چھپ نہیں سکتے۔ فرمایا، کردار ان کا۔۔۔ کافر تو خیر زبانی بھی انکار کرتے ہیں اور اللہ پاک ہمارے حال پر رحم فرمائے، کردار سے ہم کو بھی ایسا لگتا ہے کہ ہمیں بھی کوئی یقین نہیں ہے کہ قیامت ہوگی۔ جسے قیامت کے قیام کا یقین ہو اُس سے نماز چھوٹ سکتی ہے؟ جسے قیامت کا یقین ہو وہ حرام کھا سکتا ہے؟ جھوٹ بول سکتا ہے؟ خود بخود اصلاح ہو جاتی ہے۔ پتا ہو قیامت، یوم حساب ہے تو ہم جو نمازیں ادا کرتے ہیں اُن میں کتنا خلوص ہے؟ کتنا خشوع و خضوع ہے، ہمیں تو یہ نہیں یاد ہوتا کہ دو رکعت پڑھی ہیں کہ تین پڑھی ہیں۔ سجدے میں دو تسبیحات پڑھی ہیں کہ تین، ہم تو اس طرح غیر حاضر دماغ ہیں۔ اللہ کا یہ احسان ہے کہ کم از کم نقل کرنے کی توفیق تو عطا فرماتا ہے۔

فرمایا، قیامت کو جب آنکھ کھلے گی تو بڑے بڑے مشرک، کافر، منکر پکار اٹھیں گے۔ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ تباہی ہوگئی ہماری۔ ہماری بدبختی، یہ ہے قیامت کا دن۔ قیامت تو آ گئی تو ارشاد ہوگا هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ یہی وہ فیصلوں کا دن ہے تم جس کا انکار کرتے رہے۔ میرے بھائی! صرف اس بات پر نہ رہیں کہ جو کافر ہیں، مشرک ہیں، جو زبانی انکار کرتے ہیں، یہ بات انہی کی ہو رہی ہے۔ جن کے عمل بھی اُس کا انکار کرتے ہیں، باز پُرس سب سے ہوگی۔ اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے، توبہ کی توفیق دے، توبہ قبول فرمائے، نیکی کی توفیق دے، نیکی قبول فرمائے، گناہ سے حفاظت فرمائے اور جرائم سے حفاظت فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین!

26 مئی 2015ء

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: کنوزِ دل میں لطائف کے بعد رابطہ کا ذکر آتا ہے۔ لیکن جب آپ ذکر کراتے ہیں اُس میں رابطہ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ لطائف کے بعد مراقبہ احدیت کرایا جاتا ہے؟

جواب: گذارش یہ ہے کہ ہر طالب کو ابتداء میں رابطہ کرایا جاتا ہے اور رابطے کے بغیر احدیت وغیرہ یا مراقبات ہوتے نہیں ہیں، پہلے رابطہ ہونا ضروری ہے۔ رابطہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت کل یا پرسوں یا جمعے یا اگلے جمعے آجائے گی۔ اگلی آیات جو ہمارے جمعہ کے بیان میں آرہی ہیں اُن میں رابطہ کا ذکر ہے، ان شاء اللہ۔ جب میں ذکر کراتا ہوں تو میرے ساتھ کوئی نئے بندے نہیں ہوتے جنہیں رابطہ کرانا ہوتا ہے، وہ ہوتے ہیں جن کا رابطہ ہو چکا ہوتا ہے۔ جنہیں رابطہ کرنا ہوتا ہے اُن کے لیے دِن بھر کلاسیں چلتی ہیں۔ کوئی پہلے لطیفے پر ہے، کوئی دوسرے لطیفے پر ہے، کوئی ساتویں پر ہے پھر اُس کے بعد اُنہیں رابطہ کرایا جاتا ہے تو باقاعدہ کلاسیں چلتی ہیں۔ اب اگر آپ مڈل کو یا ہائی کلاس کو یا کالج کے سٹوڈنٹ کو پڑھا رہے ہیں تو آپ اُنہیں ابجد نہیں پڑھائیں گے۔ ABC نہیں، حالانکہ ABC پڑھے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں۔ اب ج پڑھے بغیر کوئی آگے جا نہیں سکتا۔ لیکن جن کے اسباق آگے چل رہے ہوتے ہیں اُنہیں اب ج نہیں پڑھایا جاتا، وہ پڑھا ہوا ہوتا ہے۔ جن کے مراقبات ہوتے ہیں اُنہوں نے رابطہ کیا ہوا ہوتا ہے اور رابطے کی بنیاد پر اُن کے مراقبات ہوتے ہیں۔ جو نئے ساتھی آتے ہیں، جنہیں رابطے کی ضرورت ہوتی ہے اُنہیں کرایا جاتا ہے۔ وہ دن بھر آپ کے پاس کلاسیں چلتی ہیں ہر ایک کی، الگ الگ۔

سوال: میں نماز بھی پڑھتا ہوں، تہجد بھی نصیب ہے، ذِکر بھی کرتا ہوں، تلاوت بھی روزانہ کرتا ہوں لیکن ہر عبادت کے لیے، ہر روز خود کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ کیا کمزوری ہے کہ معمول نہیں بن رہا حالانکہ جب عبادت کرتا ہوں لذت بھی محسوس ہوتی ہے؟

جواب: میرے بھائی! عبادت اگر معمول بن جائے تو پھر کس بات کا اجر۔ کوئی چیز عادت بن جائے تو وہ عبادت نہیں رہتی۔ عادت اور عبادت میں یہی فرق ہے کہ کوئی کام کریں وہ عادت بن جاتی ہے۔ پھر وہ آدمی اختیاری اور غیر اختیاری طور پر کرتا رہتا ہے۔ اللہ کی عبادت کبھی عادت نہیں بنتی، ہر روز اور ہر نماز کے لیے تیاری کرنا پڑتی ہے۔ خود کو اُٹھانا پڑتا ہے، خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ نفس حیلے کرتا ہے یہ کام کر کے کرلیں گے، کوئی بات سُن کر کرلیں گے، یہ ہو جائے گا کرلیں گے۔ ہمارے ایک ساتھی، بڑے اچھے ڈاکٹر تھے سیالکوٹ کے، اللہ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، ایک حادثے میں شہید ہو گئے تھے۔ بہت اچھے، مصروف ڈاکٹر تھے۔ اُن کے پاس بے شمار مخلوق آتی تھی کلینک میں۔ پچھلے پہر اُن کا کلینک ہوتا تھا تو بہت مصروف ہوتے تھے، لوگ کھڑے ہوتے تھے، کسی کی وہ دوائی لکھ رہے ہیں تو جیسے ہی مؤذن اللہ اکبر کہتا وہ قلم رکھ دیتے تھے۔ مریض کہتا کہ ڈاکٹر صاحب یہ دوائی کا نام تو پورا لکھ دیں، وہ کہتے وہ اللہ کا بندہ بلا رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے، آپ کا کام کروں تو اُدھر تاخیر کروں، یہ ممکن نہیں۔ پہلے اُدھر جاؤں گا وہ کام پہلے ہوگا پھر آپ کا کام ہوگا۔ عبادت کبھی بھی عادت نہیں بنتی اہتمام کرنا پڑتا ہے، اُس کے لیے تیاری کرنی پڑتی ہے، خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ یہی محنت جو اپنے ساتھ ہے، خود کو آمادہ کرنا، تیار کرنا اسی کا تو اجر ہے، عادت بن جائے تو اجر کس بات کا؟ اب یہ اچھی بات

26 مئی 2015ء

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

سوال: کنوزِدل میں لطائف کے بعد رابطہ کا ذکر آتا ہے۔لیکن جب آپ ذکر کراتے ہیں اُس میں رابطہ کا لفظ استعمال نہیں ہوتا۔ لطائف کے بعد مراقبہ احدیت کرایا جاتا ہے؟

جواب: گذارش یہ ہے کہ ہر طالب کو ابتداء میں رابطہ کرایا جاتا ہے اور رابطے کے بغیر احدیت وغیرہ یا مراقبات ہوتے نہیں ہیں، پہلے رابطہ ہونا ضروری ہے۔ رابطہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت کل یا پرسوں یا جمعے یا اگلے جمعے آجائے گی۔ اگلی آیات جو ہمارے جمعہ کے بیان میں آرہی ہیں اُن میں رابطہ کا ذکر ہے، ان شاء اللہ۔ جب میں ذکر کراتا ہوں تو میرے ساتھ کوئی نئے بندے نہیں ہوتے جنہیں رابطہ کرانا ہوتا ہے، وہ ہوتے ہیں جن کا رابطہ ہو چکا ہوتا ہے۔ جنہیں رابطہ کرنا ہوتا ہے اُن کے لیے دِن بھر کلاسیں چلتی ہیں۔ کوئی پہلے لطیفے پر ہے، کوئی دوسرے لطیفے پر ہے، کوئی ساتویں پر ہے پھر اُس کے بعد اُنہیں رابطہ کرایا جاتا ہے تو باقاعدہ کلاسیں چلتی ہیں۔ اب اگر آپ مڈل کو یا ہائی کلاس کو یا کالج کے سٹوڈنٹ کو پڑھا رہے ہیں تو آپ اُنہیں ابجد نہیں پڑھائیں گے۔ ABC نہیں، حالانکہ ABC پڑھے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں۔ اب ج پڑھے بغیر کوئی آگے جا نہیں سکتا۔ لیکن جن کے اسباق آگے چل رہے ہوتے ہیں اُنہیں اب ج نہیں پڑھایا جاتا، وہ پڑھا ہوا ہوتا ہے۔ جن کے مراقبات ہوتے ہیں اُنہوں نے رابطہ کیا ہوا ہوتا ہے اور رابطے کی بنیاد پر اُن کے مراقبات ہوتے ہیں۔ جو نئے ساتھی آتے ہیں، جنہیں رابطے کی ضرورت ہوتی ہے اُنہیں کرایا جاتا ہے۔ وہ دن بھر آپ کے پاس کلاسیں چلتی ہیں ہر ایک کی، الگ الگ۔

سوال: میں نماز بھی پڑھتا ہوں، تہجد بھی نصیب ہے، ذِکر بھی کرتا ہوں، تلاوت بھی روزانہ کرتا ہوں لیکن ہر عبادت کے لیے، ہر روز خود کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ کیا کمزوری ہے کہ معمول نہیں بن رہا حالانکہ جب عبادت کرتا ہوں لذت بھی محسوس ہوتی ہے؟

جواب: میرے بھائی! عبادت اگر معمول بن جائے تو پھر کس بات کا اجر۔ کوئی چیز عادت بن جائے تو وہ عبادت نہیں رہتی۔ عادت اور عبادت میں یہی فرق ہے کہ کوئی کام کریں وہ عادت بن جاتی ہے۔ پھر وہ آدمی اختیاری اور غیر اختیاری طور پر کرتا رہتا ہے۔ اللہ کی عبادت کبھی عادت نہیں بنتی، ہر روز اور ہر نماز کے لیے تیاری کرنا پڑتی ہے۔ خود کو اُٹھانا پڑتا ہے، خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ نفس حیلے کرتا ہے یہ کام کر کے کر لیں گے، کوئی بات سُن کر کر لیں گے، یہ ہو جائے گا کر لیں گے۔ ہمارے ایک ساتھی، بڑے اچھے ڈاکٹر تھے سیالکوٹ کے، اللہ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، ایک حادثے میں شہید ہو گئے تھے۔ بہت اچھے، مصروف ڈاکٹر تھے۔ اُن کے پاس بے شمار مخلوق آتی تھی کلینک میں۔ پچھلے پہر اُن کا کلینک ہوتا تھا تو بہت مصروف ہوتے تھے، لوگ کھڑے ہوتے تھے، کسی کی وہ دوائی لکھ رہے ہیں تو جیسے ہی مؤذن اللہ اکبر کہتا وہ قلم رکھ دیتے تھے۔ مریض کہتا کہ ڈاکٹر صاحب یہ دوائی کا نام تو پورا لکھ دیں، وہ کہتے وہ اللہ کا بندہ بلا رہا ہے۔ اللہ کی طرف سے بلاوا آگیا ہے، آپ کا کام کروں تو اُدھر تاخیر کروں، یہ ممکن نہیں۔ پہلے اُدھر جاؤں گا وہ کام پہلے ہوگا پھر آپ کا کام ہوگا۔ عبادت کبھی بھی عادت نہیں بنتی اہتمام کرنا پڑتا ہے، اُس کے لیے تیاری کرنی پڑتی ہے، خود کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ یہی محنت جو اپنے ساتھ ہے، خود کو آمادہ کرنا، تیار کرنا اسی کا تو اجر ہے، عادت بن جائے تو اجر کس بات کا؟ اب یہ اچھی بات

ہے۔

سوال: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورۃ النحل: 99) قرآنِ کریم کا دوٹوک فیصلہ ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور اللہ پر توکل کریں تو اُن پر شیطان کا بس نہیں چلے گا۔ الحمدللہ ایمان تو نصیب ہوا۔ توکل الی اللہ کو کیسے اُس معیار پر لایا جائے؟

جواب: ایمان کا خاصہ ہی توکل ہے۔ اگر توکل نصیب نہ ہو تو ایمان مشکوک ہو جاتا ہے۔ ایمان کیا ہے؟ اللہ کا ماننا جیسا وہ ہے۔ جیسی اُس کی ذات ہے، جیسی اُس کی صفات ہیں ویسا ہی مانا جائے ورنہ تو اپنے طور پر تو اللہ کو ہر کوئی مانتا ہے۔ آپ کو کفار کی جو باتیں ملتی ہیں جیسے ابھی پچھلے دنوں ہمارے جمعے کے درس میں گزرا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے خلاف کافر سرداروں نے سازش کی کہ اُنہیں رات کو جا کر قتل کر دیں اور کہیں گے ہم تو شہر میں تھے ہی نہیں، ہم کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اُس معاہدے میں اُنہوں نے کیا کہا: تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ۔۔۔ اس پر اللہ کی قسمیں کھاؤ۔ اللہ کے نبیؑ کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں اور اُس معاہدے پر کہہ رہے ہیں۔ تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ (سورۃ النمل: 49)۔۔۔ اللہ کی قسمیں کھاؤ۔ اللہ کو اپنے طور پر وہ بھی مانتے ہیں۔ جھگڑا یہ ہے جس طرح اللہ کا نبیؑ کہتا ہے کہ یہ اللہ کی صفات ہیں اس طرح مانو، اُس طرح نہیں مانتے۔ اپنے طور پر مانتے ہیں۔ اپنے طور پر اللہ کو ماننا اور بات ہے اور جیسے اُس کی ذات اور اُس کی صفات ہیں، جیسا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، جیسا آپ ﷺ منواتے ہیں ویسا ماننا ایمان لانا ہے۔ ہمارے فقہا نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جب آپ بچے کو اللہ کا تصور دیتے ہیں تو اُسے یہ سمجھائیں کہ میں اُس اللہ کو اللہ مانتا ہوں اور ویسا ہی مانتا ہوں جیسا حضرت محمد ﷺ، حضرت عبداللہ کے بیٹے جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، جنہوں نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، جو اللہ کے آخری نبی ہیں جیسا وہ منواتے ہیں میں ویسا مانتا ہوں۔ اللہ کو ماننے کی شرح یہ ہے کہ جیسے نبی کریم ﷺ منواتے ہیں، میں ویسا مانتا ہوں۔ اپنے طور پر تو ان کفار نے اللہ کہہ دیا۔ یوسف علیہ السلام کے ساتھ جتنی عورتوں نے مکر کیا اور جتنی عورتوں نے اُنہیں تکلیف دی، ایذا دی اور اُن کے جیل جانے کا سبب بنیں اُن سب کی باتیں سورۃ یوسف میں پڑھو تو ساری خواتین اللہ کی بات بھی کرتی ہیں، فرشتوں کی بات بھی کرتی ہیں لیکن سب کچھ وہ اپنے طور پر مانتے ہیں۔ اللہ کے نبیؑ کو پریشان بھی کر رہی ہیں اور باتیں اللہ کی بھی کر رہی ہیں۔ ہر فرد مانتا ہے ایک ایسی غیبی طاقت کو جو اُس کی مدد کرے، جو اُس کی نگہبانی کرے، جو اُس کی ضرورتیں پوری کرے، جو وقت پہ کام آئے۔ ایسی طاقت ہر بندہ مانتا ہے لیکن وہ طاقت کون ہے اور کیسی ہے؟ یہ تعین اللہ کا نبیؑ فرماتا ہے کہ اللہ کی شان ایسی ہے، اُس کی صفات ایسی ہیں۔ اب نبی ﷺ کے منوانے سے مانا تو پھر اُسے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔۔۔ ماننا پڑے گا۔ میرا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے، مجھے رزق دینے والا بھی وہی ہے، میری صحت بیماری کا مالک بھی وہی ہے، میرے نفع نقصان کا مالک بھی وہی ہے۔ جو دُکھ آتا ہے اُسے بھی وہی دور کر سکتا ہے، جو سُکھ آتا ہے وہ بھی اُسی کی رحمت ہے۔ جب یہ ساری باتیں مانی جائیں تو از خود اِن کا نتیجہ توکل ہے۔ اُس پہ خود بخود بھروسہ ہو جاتا ہے کیونکہ کام ہی سارے اُس سے متعلق ہیں۔ توکل یہ نہیں کہ دنیا میں کسی سے کوئی رابطہ ہی نہ رکھا جائے، یا بندہ کھانا پینا چھوڑ دے اور بیٹھا رہے کہ میں توکل پہ بیٹھا ہوں، اللہ خود کھلائے گا۔ بیوقوف لوگ قصے گھڑ گھڑ کے کتابوں میں لکھ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ بیٹھ گئے اور اُنہوں نے کہا تُو رازق ہے، تُو کھلائے گا تو کھاؤں گا۔ نہیں تو نہیں کھاتا۔ وہ بیٹھے رہے تو اتنے دنوں بعد ایک بندہ آیا، اُس نے زبردستی اُنہیں کھانا کھلایا۔ یہ سب اس طرح کے قصے لکھے ہوئے ہیں، یہ سب فضول باتیں ہیں۔ توکل یہ ہے کہ کسی لالچ میں آ کر، کسی اُمید پر اللہ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں اُمید لگ جاتی ہے، یار اس سے پیسے لے لوں گا۔ اس طرح پیسے لینے حرام ہیں۔ رشوت لے لیتے ہیں کسی بندے کے کہنے پہ، برائی کر لیتے ہیں کہ یہ میرے کام آئے گا، اُس کی میں مدد کروں۔ جھوٹ بول لیتے ہیں، جھوٹی گواہی دے دیتے ہیں یا اور کوئی گناہ کر لیتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ کسی دوسرے پہ اُمید رکھ کر اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے اور اللہ کی اطاعت کے سارے کام کیے جائیں۔ توکل یہ ہے کہ اللہ کے بھروسے پر مزدوری کی جائے، رزق کا

بھروسہ اللہ پر ہو کہ میرا کام مزدوری کرنا ہے رزق اُس نے دینا ہے۔ ہر کام کے لیے اسباب اختیار کیے جائیں۔ بہترین سبب اختیار کیا جائے۔ بہترین محنت کی جائے لیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑا جائے۔ نفع ہو، نقصان ہو وہ مالک ہے، وہ دے سکتا ہے تو توکل کا مطلب ہوتا ہے بھرپور زندگی گزارنا۔ ہر شعبے میں جو ذمہ داری اللہ نے دی ہو، جو فن آتا ہو، بھرپور طریقے سے دنیا میں رہنا لیکن اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہنا۔ غلطی ہوجائے، انسان ہے اُس میں کمزوریاں ہیں، بشریت ہے بشر میں کمزوریاں ہیں۔ غلطی ہوجائے رجوع الی اللہ کرے، اپنی غلطی کی معافی مانگے، آئندہ کے لیے نہ کرے تو یہ توکل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ توکل یہ ہے کہ بندہ کچھ بھی نہ کرے۔ کچھ نہ کرنا بھی نافرمانی ہے، جب اس نے اسباب ترتیب دیئے، اختیار کرنے کا حکم دیا تو کچھ نہ کرنا بھی نافرمانی ہے اور جب بندہ اللہ پر بھروسہ کرلیتا ہے اور طے کرلیتا ہے کہ میں ایسا ہی کروں گا تو پھر شیطان کے پاس کوئی موقع نہیں رہتا مداخلت کا، پھر وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ آپ دنیا میں دیکھ لیں، کوئی وزیر یا کوئی سرکاری حاکم یا کوئی ڈپٹی کمشنر یا ایس پی بھی کسی سے کہہ دے کہ یہ کرلو کچھ نہیں بگڑے گا تو بے تکلف وہ کام کرلیتا ہے۔ وہ کام کرے گا خواہ بعد میں نتیجہ اُلٹا ہی نکلے لیکن وہ اُس بھروسے پر کرے گا۔ اسی طرح جسے اللہ پر بھروسہ ہو اور وہ کام اللہ کے حکم کے مطابق کرے تو اُس کا شیطان کیا بگاڑے گا۔ یہ ایک عظیم کیفیت ہے، اللہ پاک عطا فرمائے تو حاصل ہوسکتی ہے۔ بندہ کوشش کرسکتا ہے اور اللہ کریم ہے، جو بھی خلوص دل سے چاہتا ہے اللہ کریم اُسے عطا کردیتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا معیار ایمان کا بھی، توکل کا بھی ہوتا ہے۔ ہر فرد کا اپنا اپنا معیار ہے اور اُس میں بہتری بھی ہوسکتی ہے، اُس میں کمی بھی آسکتی ہے۔ جیسا علماء حضرات فرماتے ہیں ایمان بڑھتا بھی ہے، ایمان کم بھی ہوتا ہے۔ ایمان پر ہی توکل کی بنیاد ہے۔ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور توکل میں بھی کمی بیشی آتی ہے۔ یہ زندگی بھر کا مجاہدہ ہے، جو محنت کرتے ہیں اللہ کریم اُنہیں محروم نہیں فرماتے۔ بندے کو اسی سے سبق لینا چاہیے کہ شیطان زندگی بھر کسی بھی بندے کے ساتھ برائی سے تھک کر نہیں بیٹھتا۔ کوئی بڑے سے بڑا نیک اور پارسا بھی ہو یہ لگا ہی رہتا ہے۔ جوتیاں پڑتی ہیں، اس کی کوئی بات نہیں سنتا۔ کبھی گھبرا کر چھوڑ کر نہیں بیٹھا، تادم واپسیں لگا رہتا ہے کہ کوئی بات تو مانی جائے۔ شیطان برائی پر اتنی استقامت دِکھاتا ہے تو بندہ نیکی پر کیوں نہ دکھائے۔ خود بندے کو حیا ہونی چاہیے کہ اگر وہ برائی پر اتنا جما ہوا ہے تو میں نیکی پر کیوں نہیں جمتا۔ اللہ کریم مدد فرمائے۔ جو اللہ پر بھروسہ کرلیتے ہیں اور جم جاتے ہیں اللہ کریم اُن کی مدد فرماتے ہیں۔

سوال: گذارش ہے کہ "نبی رحمت ﷺ بحیثیت مُربی اعظم" کے موضوع پر بیان فرمائیں۔

جواب: مولانا یہ بیان کا نہیں یہ تو کتاب کا نام ہے۔ پندرہ بیس منٹ کا بیان اس پر کیا ہوگا یہ تو کتاب کا نام ہے۔ اللہ توفیق دے، آپ دعا فرمائیں تو اچھا ہوا، اچھی بات ہے، آپ نے ایک نام دے دیا میں کوشش کروں گا کہ اس پر ایک کتاب لکھی جائے کیونکہ یہ سیرتِ طیبہ کی، بہت خوبصورت پہلو سے ایک کتاب بن جائے گی۔ اللہ کریم نے فرصت دی اور توفیق دی تو یہ کتاب کا موضوع ہے۔ بنیاد اس کی یہ ہے کہ بعثتِ عالی سے لے کر قیامت تک جسے ہم نیکی کہتے ہیں یا بھلائی کہتے ہیں یا اچھا کام کہتے ہیں، قرآن نے اُسے ھُدیٰ کہا ہے۔ آپ نیکی کہہ لیں، بھلائی کہہ لیں، بہت اچھا کام کہہ لیں، بہت خوبصورت کام کہہ لیں، ان ساری چیزوں کو ملا کر قرآن کریم نے جو اصطلاح استعمال فرمائی ہے وہ ہے ھُدیٰ اور قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۃ آل عمران:96)۔۔۔ اپنے نزول سے لے کر قیامت تک تمام جہانوں کے لیے ہدایت ہے، نیکی ہے، بھلائی ہے، صحیح کام کرنے کا انداز ہے۔

مُربی کہتے ہیں تربیت کرنے والے کو۔ تربیت بھلائی کی ہوتی ہے۔ برائی بھی لوگ سکھاتے ہیں۔ ہمارے اتنے ادارے ہیں جو پوری قوم کو برائی سکھاتے ہیں، خواہشات سکھاتے ہیں، خرافات سکھاتے ہیں لیکن اُنہیں کوئی مُربی نہیں کہتا کیونکہ وہ تربیت نہیں کر رہے بلکہ وہ بندے کو بگاڑ رہے ہیں۔ مُربی اُسے کہتے ہیں جو بھلائی کی طرف، اچھائی کی طرف تربیت کرتا ہے۔ اچھائی کی ساری بنیاد قرآنِ حکیم میں موجود

ہے۔ نزول سے لے کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے، فرد سے لے کر قوموں کے لیے اور ذات سے لے کر تمام بین الاقوامی ممالک کے لیے، ساری انسانیت کے لیے، ہر بھلائی کا تصور، اہتمام، اُس کے کرنے کا طریقہ، سارا اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ کی کتاب کس حوالے سے نصیب ہوئی، کس حوالے سے عطا ہوئی۔ وہ حوالہ ہے ذات پیمبر ﷺ۔ آپ ﷺ نے صرف کتاب لاکر نہیں دی۔ اگر آپ ﷺ کتاب لاکر، عطا کرکے فارغ ہوجاتے تو عہدِ نبوی ﷺ میں ہی کئی طبقے، کئی فرقے، کئی سوچیں بن جاتیں۔ کتاب کے مفاہیم لوگ اپنی مرضی سے متعین کرتے۔ عربی دنیا کی واحد وسیع ترین زبان ہے جس میں ایک ایک لفظ کے متعدد معانی ہیں۔ دنیا کی واحد زبان ہے جس میں ایک دوسرے کے مقابل جو الفاظ ہیں وہ بھی آجاتے ہیں۔ ایک لفظ مثلاً عام سا لفظ ہے مولیٰ۔ مولیٰ مالک کو بھی کہتے ہیں اور مولیٰ آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہیں۔ اب کہاں غلام کہاں مالک۔ دونوں کے لیے لفظ مولیٰ آتا ہے۔ جب جملے میں استعمال ہوتا ہے تو وہاں متعین ہوتا ہے کہ اس سے غلام مراد ہے یا مالک مراد ہے۔ اس طرح کی جو فصیح زبان تھی تو ہر بندہ اپنی پسند سے اُس کے معانی نکال لیتا۔ حضور ﷺ نے صرف کتاب نہیں دی بلکہ اُس کے معنی، اُس کی شرح متعین فرمادی۔ ساری حدیث شریف قرآنِ کریم کی شرح ہے۔ صرف زبانی متعین نہیں فرمائی بلکہ اس پر عمل فرما کر دکھایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے گذارش کی تھی کہ حضور ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے بارے کچھ ارشاد فرمائیے۔ اُنہوں نے جواباً فرمایا۔ کان خلقه القرآن (صحیح مسلم)۔ آپ قرآن پڑھتے جائیں، آپ ﷺ کی سیرت کا پتا چلتا جائے گا یعنی آپ ﷺ کا سارا عمل قرآن ہے۔ آپ ﷺ کے فریضۂ نبوت میں تھا قرآن کا پہنچانا۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (سورة آل عمران: 164) اللہ کی آیات پہنچانا، فریضۂ نبوت ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورة النحل: 44) یہاں الناس کا لفظ استعمال ہوا ہے، الناس اولادِ آدم کو کہتے ہیں۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔۔ تاکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے آپ ﷺ بیان فرمادیں

کہ اُن پر کیا نازل ہوا ہے۔ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔۔۔ قرآن کا معنی کیا ہے، مفہوم کیا ہے، اس سے کیا مراد ہے، اس پر کیسے عمل کیا جائے، یہ آپ ﷺ کا منصب جلیلہ ہے۔ کوئی نیکی، کوئی بھلائی جو معاشرے میں پائی جاسکتی ہے وہ تعلیماتِ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جیسے آپ ﷺ کے ارشادِ حدیث کا مفہوم ہے کہ بھلائی کہیں سے بھی ملے، نیکی کہیں سے بھی ملے، لے لو، اس لیے کہ وہ مومن کی متاعِ گم گشتہ ہے۔ اگر اُس کے ساتھ واسطے وسیلے کا پتا نہیں ہے، کہیں نیکی کا وجود ہے، تو وہ ضرور اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ جس ہستی نے روزِ اوّل سے لے کر، بعثتِ عالی سے لے کر، قیامت تک کے ہر ابنِ آدم کی تربیت کرنی ہو اور پھر اس کا حق ادا کردیا ہو۔ اللہ نے آپ ﷺ کے ارشاد میں قوت رکھی ہو جو کبھی مٹ نہ سکتی ہو اور روئے زمین پر کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جب آپ ﷺ کے ارشاد فرمائے ہوئے دین کی آواز بلند نہ ہورہی ہو تو اس سے بڑا تربیت کا نظام کیا ہوگا! اس اعتبار سے آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی مُربیِّ اعظم بنتی ہے۔ سارے انبیاؑ مُربیِّ ہوتے ہیں، اللہ کی رحمت اور درود و سلام ہو سب پر، لیکن ہر نبیؑ کا اپنا عرصہ متعین تھا، افراد متعین تھے، علاقہ متعین تھا۔ ایک ایک وقت میں متعدد نبیؑ تھے روئے زمین پر، حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، اولوالعزم پیغمبر ہیں لیکن اُنہی کے زمانے میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا اپنا دائرہ کار تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنا علاقہ تھا۔ درمیان میں ایک دریا تھا، اُس پار حضرت لوط علیہ السلام کی نبوت تھی اس پار حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ اس طرح سے اور بھی بے شمار نبیؑ مختلف ممالک میں بھی ہوں گے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ ہر قوم میں، ہم نے نبیؑ بھیجے تو مختلف ممالک میں بھی ہوں گے، مختلف اقوام کے پاس بھی ہوں گے۔ ہمارے بعض محققین کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی قبر ہندوستان میں ہے۔ کہاں ہے، مجھے نہیں معلوم، لیکن معروف ہے ہندوستان میں کہیں ایک جگہ چار انبیا علیہم السلام کی قبریں ہیں یا پانچ کی ہیں۔ تو بڑے بڑے محققین بھی وہاں زیارت کے لیے گئے۔ مولانا تھانوی بھی

تشریف لے گئے اُن کی زیارت کے لیے، آپؒ بہت محقق آدمی تھے۔ وسیع المطالعہ تھے۔ کوئی قوم، کوئی جگہ، اللہ نے خالی نہیں چھوڑی لیکن ہر نبی کا علاقہ متعین تھا، افراد متعین تھے، عرصہ متعین تھا۔ اُس کے بعد نئی نبوت، نئی کتاب آگئی۔ اگلی بھی حق تھی لیکن اپنے وقت پر، پھر عمل وہیں پر ہوگا۔

جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو نہ کوئی علاقے کی حد رہی، نہ افراد کی حد رہی، نہ وقت کی حد رہی۔ جہاں تک ہے اور جب تک دنیا ہے وہاں تک کی تربیت حضور اکرم ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ تربیت کا حق کیسے ادا ہوا؟ نبی تو آپ ﷺ تھے ساری کائنات، ساری دنیا کے لیے، جزیرہ نمائے عرب سے آپ باہر تشریف نہیں لے گئے تو باقی دنیا کا کیا بنا؟ حیات دنیوی میں آپ ﷺ جزیرہ نمائے عرب سے باہر نہیں گئے۔ آپ نے ایسے افراد تیار کیے جنہوں نے وصالِ نبوی ﷺ کے پندرہ سال بعد، ہجرت کے پچیس سال بعد چین سے افریقہ اور جاپان سے امریکہ تک آپ ﷺ کی تربیت پہنچادی۔ کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ اُس زمانے میں جب سواری گھوڑے خچر پر تھی، جب لوگ پیدل چلا کرتے تھے۔ یہ آج کے وسائل نہیں تھے۔ ٹیلیفون نہیں تھا۔ کوئی ریڈیو ٹی وی نہیں تھا۔ کوئی آلات نہیں تھے۔ سواری تک نہیں تھی۔ گھوڑا اونٹ ہی سواری تھی۔ اُس زمانے میں پندرہ سالوں میں تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں کہ آپ کی تربیت کے ضابطے، عقیدے اور بنیاد سے لے کر اعمال تک، چین سے لے کر افریقہ تک اور امریکہ سے لے کر جاپان تک، یہ دعوت پہنچ چکی تھی اور آدھی سے زیادہ دنیا، اسلامی ریاست کے زیرِ نگیں ہو چکی تھی جن پر واقعی عملاً اسلام نافذ تھا۔ عہدِ فاروقی میں اتنی فتوحات ہو چکی تھیں کہ آدھی سے زیادہ دنیا ریاستِ اسلامی میں شامل ہو گئی تھی۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سالوں میں روک دی تھیں فتوحات کہ اتنا ہو چکا ہے کہ اِس کو سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے کہ صرف لوگوں کو فتح نہیں کرنا اُن کو حقوق بھی دینے ہیں، ادا کرنے ہیں۔ اُن کی روزی رزق کا بھی اہتمام کرنا ہے۔ اُنہیں انصاف بھی مہیا کرنا ہے۔ اُن کے بچوں کو تعلیم بھی دینی ہے۔ اُن کے بیماروں کا علاج کرنا ہے، کتنا بوجھ اپنے سر ڈالو گے۔ یہ جو ہے، اسے سنبھالنے دو۔ تو یہ کس کا کمال تھا؟ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ یہ بہت وسیع موضوع ہے، اس پر آپ چلتے رہیں تو ایک عمر چاہیے۔ زندگی پوری لگ جائے لیکن پھر بھی موضوع تشنہ رہے گا۔

کون کون سا شعبہ ہے؟ کون کون سا انسانی حاجات کا رخ ہے؟ کون کون سی انسانی ضروریات ہیں؟ اُن کی تکمیل کے کون کون سے ذرائع ہیں؟ اُنہیں اختیار کرنے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے؟ یہ بڑا مشکل کام ہے، ایک آدمی کی زندگی کا تجزیہ کریں تو حیرت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی بعثتِ عالی سے لے کر قیامت تک آنے والی انسانیت کی ضروریات کا احاطہ کون کر سکتا ہے؟ پھر ایسی بنیاد رکھنا تربیت کی اور اُس پر ایسی ٹھوس دلائل کی عمارت تعمیر کرنا، جسے قیامت تک کوئی توڑ نہ سکے، جس کے نصیب اچھے ہوں وہ اُس کا اتباع کر سکے اور بدنصیب محروم رہے۔ لیکن وہ عمارت مٹے نہیں، پرانی نہ ہو، کوئی اینٹ گرے نہیں۔ کیا یہ کوئی آسان کام ہے؟ اللہ کا احسان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تربیت کی بنیاد رکھی۔ آج کل کتنے حالات بدلے، آج کل تو بندے نے دنیا کا چکر لگانا ہو تو چند گھنٹوں میں دنیا کے گرد پھر جاتا ہے تو جس طرح ہم ساتھ کے گاؤں جاتے تھے تو آج کل لوگ برطانیہ امریکہ جاتے ہیں کہ میں جا رہا ہوں جی کل میری تاریخ ہے پچھلے پہر آجاؤں گا۔ آپ کے ملک کے وکیل برما سے لے کر برطانیہ تک کے مقدمے لیتے ہیں اور یہاں سے جا کر وہاں تاریخیں بھگت کے آجاتے ہیں۔ جب زندگی اتنی تیز ہو گئی ہے تو ساڑھے چودہ سو سال پہلے کے بنائے ہوئے اصول تو بڑے ماٹھے ہوں گے، Slow ہوں گے، کم رفتار ہوں گے۔ اُس زمانے کے اعتبار سے ہوں گے۔ مگر وہ اصول ہر عہد کی ہر ضرورت کا ساتھ دیتے ہیں۔ آپ جتنا چلتے جائیں یہ تو ایک بحرِ ذخار ہے۔ اللہ رب العزت اپنے نبی ﷺ کی عظمت کا خود ہی واقف ہے۔ بندہ اندازہ نہیں کر سکتا، حدود متعین نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم نے توفیق دی، عمر نے وفا کی تو کوشش کریں گے۔ آپ کا دیا ہوا جو موضوع ہے "نبی رحمت ﷺ بحیثیت مُربّی اعظم" پر کوشش کریں گے کہ اس پہ کچھ لکھا جائے اور اللہ کرے کہ سیرت کی کتاب بن جائے۔ اللہ کریم آپ کو بھی نیک اجر دے اور توفیق دے۔ سب توفیق اللہ کے پاس ہے۔

خواتین کا صفحہ

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا

اُمِ فاران، راولپنڈی

حضرت ربیع بنتِ معوذؓ کا شمار جلیل القدر انصاری صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے معزز ترین خاندان بنونجار سے تھا۔

سلسلہ نسب:

ربیع بنتِ معوذؓ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار۔ (اسد الغابہ، ج:5، ص:451)

ماں کا نام اُمِ یزید بنتِ قیس تھا۔ وہ بھی بنونجار سے تھیں۔

خاندانی پس منظر:

حضرت عفراء انصاریہؓ جن کا ذکرِ خیر ہم گذشتہ کسی شمارے میں کر چکے ہیں حضرت ربیعؓ کی دادی تھیں۔ یہ عفراء وہی نابغۂ روزگار خاتون صحابیہ ہیں جن کے سات بیٹوں کو بدر کے معرکہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور اس سے بھی خوبصورت بات یہ ہے کہ حضرت ربیعؓ کے والد وہی معوذؓ جو اپنے بھائی اور حضرت ربیعؓ کے چچا معاذؓ کے ساتھ مل کر ابو جہل ملعون کے قتل میں شریک ہوئے اور ان کے حق میں نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

رحم اللہ ابنی عفراء اشترکا فی قتل فرعون ھذہ الامۃ

"اللہ عفراءؓ کے دونوں بیٹوں پر رحم فرمائے جو اس امت کے فرعون (ابو جہل) کے قتل میں شریک ہوئے۔ (انساب الاشراف، ج:1 ص:299)

حضرت ربیعؓ کے والد اور چچا حضرات اپنے والد کی بجائے ابنائے عفراء کہلائے۔

قبولِ اسلام:

حضرت ربیعؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب ابھی وہ چھوٹی سی بچی تھیں اور حضورؐ نے ابھی تک مدینہ منورہ ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ کیونکہ ان کے والد حضرت معوذؓ بیعتِ عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ گویا آپؓ نے بہت پاکیزہ ماحول اور اچھے خاندان میں ہوش سنبھالا۔

حضور ﷺ کی آمد:

حضرت ربیع بچپن میں ہی برجستہ اشعار کہتی تھیں جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو قبیلہ بنونجار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں آپ ﷺ کی آمد کی خوشی میں گھروں سے یہ اشعار گاتی ہوئی نکلیں۔

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمد ﷺ من جار

"ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ وہ محمد ﷺ کیسے اچھے پڑوسی ہوئے۔" کون جانتا ہے یہ ربیع بھی ان بچیوں میں شامل ہوں جنہوں نے حضور ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ حضرت انسؓ بن مالک کے مطابق یہ دن اہلِ مدینہ کے لیے یومِ عید تھا۔

والد کی شہادت:

حضرت ربیعؓ کے والد معوذؓ، معاذؓ اور عوفؓ سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ معرکۂ بدر میں عام جنگ سے قبل عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے میدان میں نکل کر جب مسلمانوں کو مقابلے کے لیے للکارا تو پہلے یہی تینوں بھائی (معوذؓ، معاذؓ اور عوفؓ) ان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔ لیکن قریش نے انکار کر دیا اور کہا: "محمدؐ! ہمارے مقابلے میں ہماری قوم اور کفو کے آدمی بھیجو۔" چنانچہ حضرت علیؓ،

حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارثؓ ان کے مقابل ہوئے۔ عام جنگ جب شروع ہوئی تو حضرت معاذؓ اور معوذؓ نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ابوجہل کے قتل میں حصہ لیا اور پھر حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی اور اپنی خون آلود تلواریں دکھائیں تو حضورؐ نے فرمایا "بے شک تم دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے۔"

حضرت معوذؓ، حضرت ربیعؓ کے والد نے اسی غزوہ میں جامِ شہادت نوش کیا اور حضرت معاذؓ شدید زخمی ہو کر واپس آئے۔ بعض روایات کے مطابق وہ جانبر ہو گئے اور بعض روایات کے مطابق وہ اپنے زخم سے جانبر نہ ہو سکے (واللہ اعلم بالصواب)

۞ شادی:

غزوۂ بدر کے بعد حضرت ربیعؓ کا نکاح حضرت ایاس بن بکر لیثی سے ہوا۔ ان کے والد کی شہادت کے بعد حضورﷺ ان پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ان کی شادی کے دوسرے دن حضورﷺ حضرت ربیعؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر بیٹھ گئے۔ اس وقت کچھ لڑکیاں دف بجا کر شہدائے بدر کی تعریف میں اشعار پڑھ رہی تھیں کیونکہ حضرت ربیعؓ کے والد نے بھی بدر میں شہادت پائی تھی۔ جب نبی کریمﷺ آئے ان لڑکیوں نے یہ شعر پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد

"اور ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی خبر رکھتا ہے۔"

تو حضورؐ نے منع فرمایا اور فرمایا "وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔"

۞ غزوات میں شرکت:

حضرت ربیعؓ ان خوش قسمت خواتین میں سے تھیں جن کو حضورﷺ غزوات میں لشکرِ اسلام کے ساتھ رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی غزوات میں شرکت کی اور بڑی تندہی سے زخمیوں کی تیمارداری کرنے اور پانی پلانے کے علاوہ کئی خدمات انجام دیں۔

صحیح بخاری میں خود حضرت ربیعؓ سے روایت ہے کہ "ہم رسول اللہﷺ کے ہمراہ ہوتیں، ہم زخمیوں کو پانی پلاتیں اور علاج کرتیں اور مقتولین کو واپس لاتیں اور زخمیوں کو مدینہ کی طرف واپس لاتیں"۔

۞ حضورﷺ کی محبت:

حضرت ربیعؓ کو نبی کریمﷺ سے بے پناہ محبت تھی اور بے حد عقیدت تھی۔ حضورﷺ بھی کبھی کبھی ان کے گھر تشریف لے کر جاتے۔ مسند ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ حضرت ربیعؓ نے نہایت ذوق وشوق سے کھڑے ہو کر حضورﷺ کو وضو کرایا۔

حافظ ابن عبدالبر نے "استیعاب" میں یہ روایت درج کی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ربیعؓ ایک طباق میں انگور لے کر اور دوسرے میں چھوہارے لے کر حضورﷺ کی خدمت میں گئیں۔ حضورﷺ نے قبول فرمالئے اور انہیں از راہِ قدردانی کچھ سونا عنایت فرمایا۔

۞ بیعتِ رضوان میں شرکت:

6ھ میں بیعتِ رضوان اور صلح حدیبیہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔ اس بیعت میں حضرت ربیعؓ بھی سرورِ عالمؐ کے ساتھ شامل ہوئیں اور بہت بڑی سعادت سے سرفراز ہوئیں اور ان سعید روحوں میں شمار ہوئیں جن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔

لقد رضی اللہ عنہ المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ

"(اے پیغمبر) اللہ راضی ہوا مومنین سے جبکہ وہ درخت کے نیچے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔" (سورۃ الفتح)

نیز نبی کریمﷺ نے جہنم سے خلاصی کی عظیم بشارت ان الفاظ میں ارشاد فرمائی "کوئی جہنم میں داخل نہیں ہوگا ان میں سے، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔"

۞ غیور اور خوددار:

حضرت ربیعؓ بہت غیور اور خوددار تھیں۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے "استیعاب" میں لکھا ہے کہ "ایک دفعہ ایک قریشی عورت اسماء بنتِ مخربہ جو عطر بیچا کرتی تھی، اپنا عطر فروخت کرنے ان کے گھر آئی اور آپؓ

کے آباء کے بارے میں دریافت کرنے لگیں۔ جب اسے معلوم ہوا کہ ربیعؓ کے والد نے ابوجہل کو قتل کیا تھا تو اس کی خاندانی عصبیت عود کر آئی اور تنک کر بولی ''تم تو ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو۔'' حضرت ربیعؓ کو ابوجہل کے لئے سردار کا لفظ سن کر بہت غصہ آیا۔ غیرتِ ایمانی نے جوش مارا اور بولیں ''میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں۔'' اسماء کو ابوجہل کی تحقیر گوارا نہ ہوئی بولی ''مجھ کو تمہارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے۔'' حضرت ربیعؓ نے بھی برجستہ جواب دیا ''مجھ کو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے۔ میں نے کسی عطر کو بدبودار نہیں پایا مگر تمہارے عطر کو۔''

روایت اور حفظِ حدیث:

حضرت ربیعؓ نے صرف میدانِ جہاد میں جہاد کرنے پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی علم سے محبت بھی بہت زیادہ تھی۔ کثرت سے حضرت عائشہؓ کے پاس آنا جانا تھا اور حضرت عائشہؓ کے علم کو روایت اور حفظِ حدیث کی صورت میں آگے پیش کرتیں۔ حضرت ربیعؓ نے حضور ﷺ سے اکیس احادیث روایت کیں۔

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ ان کے ہاں علمِ حدیث کے لیے حاضر ہوتے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضور ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تشریف لائے اور شرعی مسائل پہ بات کی۔ تابعین کی جماعت نے بھی ان سے روایت کا شرف پایا مثلاً خالد بن ذکوان، سلیمان بن سیار، ابوعبیدہ بن عمار بن یاسر وغیرہ۔

ان کی مرویات کو امام مسلم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔

مسند احمد بن حنبلؒ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور امام زین العابدینؒ جیسے علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب بھی حضرت ربیعؓ سے مسائل پوچھتے تھے۔ اس سے ان کی علمی حیثیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کے کئی سال بعد حضرت عمار بن یاسرؓ کے پوتے ابوعبیدہؒ بن محمد نے ایک دن ان سے پوچھا ''اماں جان ہمارے رسولِ مقبول ﷺ کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟''

بے ساختہ بولیں۔

یابنی لو رایتہ رائیت الشمس طالعۃً

''اے بیٹے! اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو یوں سمجھتے گویا آفتاب طلوع ہو رہا ہے'' اتنا کہتے کہتے ان کی آنکھیں بھر آئیں اور وہ حضور کو یاد کر کے رونے لگیں اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے یہ سچے الفاظ تاریخ کا حصہ بن گئے۔

وفات:

حضرت ربیعؓ کا سنِ وفات کسی کتاب میں درج نہیں۔ حافظ ابنِ حجرؒ نے ''اصابہ'' میں ایک واقعہ لکھا ہے جو 35ھ کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں حیات تھیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سال ان کا اپنے شوہر سے مناقشہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ میری سب چیزیں لے کر مجھ سے دستبردار ہو جاؤ۔ شوہر نے ایسا ہی کیا۔ جسم کے لباس کے سوا سب لے لیا تو وہ دربارِ عثمانی میں حاضر ہوئیں لیکن حضرت عثمانؓ نے فیصلہ دیا کہ اپنی شرط پوری کرو، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کی تائید کی۔

بعض روایات میں 37ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

رضی اللہ عنہا

❁❁❁

ضرورتِ رشتہ

ایک لڑکی، عمر 37 سال، دراز قد، رنگ سفید، تعلیم Bachelor's (Marketing) امریکہ/کینیڈا۔ آج کل پاکستان میں ہے کہ لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ پروفیشنل حضرات سے تعلق رکھنے والی فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔ درج ذیل نمبر پر رفیع شاہ صاحب سے رابطہ کریں۔

042-3510850

0331-6174797

بچوں کا صفحہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت سلمان فارسیؓ ملک فارس (موجودہ ایران) کے شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد اصفہان کی ایک بستی "جیّ" کے سردار تھے اور بہت بڑی جاگیر کے مالک تھے۔ آپؓ کے والد اور ساری بستی کے لوگ آتش پرست مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ غالباً اکلوتی اولاد تھے اور آپؓ کے والدین کو آپؓ سے شدید محبت تھی، اس قدر شدید کہ آپؓ کو عام بچوں کی طرح باہر کھیلنے کا موقع نہ ملتا کہ کہیں کوئی چوٹ نہ آجائے۔ تمام وقت محافظ سائے کی طرح آپؓ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ آپؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اس خیال سے کہ مجھے کوئی تکلیف نہ آئے میرے والدین مجھے لڑکیوں کی طرح گھر میں ہر لحہ بند رکھتے تھے۔

آپؓ ذرا بڑے ہوئے تو اس طرح محبت کے اس قید خانے ہی میں آپؓ نے مجوسیت (آگ کی پوجا کرنے والوں کا مذہب) کی تعلیم حاصل کی۔ فرماتے ہیں کہ تعلیم کے میدان میں مَیں نے بہت محنت کی جس کی وجہ سے مجھے مجوسیت کے مذہب میں ایک خاص مقام حاصل ہوگیا۔ آخر کار مجھے اس آگ کا نگران بنا دیا گیا جس کی ہم پوجا کرتے تھے۔ مجوسی اس آگ کو ہر لحہ جلائے رکھتے اور اس کو کبھی بھی، لحہ بھر کے لیے بجھنے نہیں دیتے تھے اور حضرت سلمان فارسیؓ پر اس آگ کو ہر لحہ جلائے رکھنے کہ ذمہ داری تھی یعنی کہ آپؓ اُن کے مذہبی عالم بن گئے۔

آپؓ کے والد روزانہ اپنی جاگیر اور زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے جاتے تھے۔ ایک دن اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ میں آج کچھ مصروف ہوں اس لیے آج میں کھیتوں پر نہیں جاسکوں گا۔ آج آپ جا کر میری جگہ کھیتوں کی نگرانی کریں۔ اب حضرت سلمان فارسیؓ گھر سے تو کھیتوں پر جانے کے لیے نکلے لیکن چونکہ پہلی دفعہ یوں بالکل اکیلے نکلے تھے تو اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے کھیتوں کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک گرجا گھر کے پاس سے گزر ہوا تو اپنے عالمانہ تجسس کی وجہ سے دل میں اشوق پیدا ہوا کہ دیکھوں یہ لوگ کیسے اپنی عبادت کرتے ہیں۔ آپؓ اگرچہ اپنے مذہب کے عالموں میں سے تھے لیکن آپؓ کو صرف گھر میں بند رہنے کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے متعلق کچھ پتا نہ تھا۔ آپؓ وہاں کھڑے اُن لوگوں کو اپنی عبادت میں مصروف دیکھتے رہے، اور آپؓ کو اُن کا طرزِ عبادت بہت پسند آیا۔ آپؓ کے پوچھنے پر اُن لوگوں نے بتایا کہ اس مذہب کا مرکز ملک شام میں ہے۔ اس سارے عمل میں آپؓ کو رات ہوگئی، جب گھر واپس لوٹے تو اپنے والد کو انتظار کرتا ہوا پایا۔ آپؓ کو دیکھتے ہی انہوں نے پوچھا کہ پھر آج آپ نے کیا کیا کام کیے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے والد کو سارے دن کا حال سچ سچ بتا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے اُن لوگوں کا عبادت کرنے کا انداز بہت پسند آیا ہے۔ آپؓ بہت شوق اور سادگی سے والد کو سارا کچھ بتاتے رہے لیکن آپؓ کے والد بہت ہی گھبرائے اور دل پکڑ کر کہنے لگے کہ اُس دین میں کوئی خیر و بھلائی نہیں ہے بلکہ تیرے باپ دادا کا دین اُس سے کہیں بہتر ہے۔ لیکن آپؓ اس بات پر ہی زور دیتے رہے کہ وہ دین ہمارے دین سے بہت بہتر ہے اور چونکہ آپ اپنے دین کے بڑے عالموں میں سے تھے اس لیے بہت وزنی دلائل کے ساتھ والد کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپؓ کے والد آپؓ کی باتوں سے بہت پریشان ہوئے اور انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں آپؓ اپنا مذہب ہی نہ تبدیل کر ڈالیں۔ اس خیال کے آتے ہی آپؓ کے والد نے آپؓ کو گھر کے ایک کمرے میں قید کروا دیا اور پاؤں میں زنجیر ڈال دی کہ گھر سے بھاگ ہی نہ جائیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے ایک خاص ملازم کو اپنا رازدان بنالیا

اور اُس کے ہاتھ گرجے والوں کو پیغام بھجوایا کہ جب بھی ملک شام کو جانے والا کوئی قافلہ یہاں سے گزرے تو مجھے اطلاع کرنا۔ کچھ ہی عرصہ بعد گرجے والوں نے پیغام بھجوایا کہ ملک شام کو جانے والا ایک قافلہ یہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ آپؓ نے زنجیر کو جھٹکا دیا تو وہ ٹوٹ گئی، آپؓ چپکے سے باہر نکلے اور قافلے میں شامل ہو گئے۔ قافلہ چند ہی روز میں ملک شام پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر آپؓ نے عیسائیوں کے عالم کا پتہ کیا اور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے متعلق بتایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں عیسائی مذہب میں دلچسپی رکھتا ہوں اور عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپؓ نے اس عالم سے درخواست کی کہ اگر وہ آپؓ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دیں تو آپؓ اُن کی راہنمائی میں عیسائی مذہب کی عبادات کے طریقے سیکھیں گے۔ اُس عالم نے آپؓ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی اور آپؓ بھی اس کی خوب خدمت کرنے لگے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آپؓ کو اندازہ ہوا کہ وہ عالم کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں سے یہ کہہ کر صدقہ خیرات اور مال لیتا کہ میں آگے غریبوں اور فقیروں میں بانٹوں گا لیکن سارا مال وہ خود رکھ لیتا اور غریبوں اور فقیروں کو کچھ نہ دیتا تھا۔ اس طرح اس نے مٹکے سونے اور چاندی کے بھر لیے۔ اس گھٹیا حرکت کی وجہ سے آپؓ کو وہ شخص بہت بُرا لگنے لگا۔ لیکن اس سے پہلے کہ آپؓ اس شخص کو کچھ کہتے یا لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ بتاتے، اس شخص کو موت نے آ لیا۔ جو لوگ اس کے ماننے والے تھے وہ اس کے کفن دفن کے لیے آئے تو آپؓ نے اُن لوگوں کو سارا کچھ بتا دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ تمہارے پاس اس ساری بات کا کیا ثبوت ہے۔ اس پر آپؓ نے ان لوگوں کو لے جا کر وہ خزانے دکھائے۔ وہ لوگ بہت حیران اور افسردہ ہوئے۔ وہ خزانے وہاں سے نکال لیے گئے اور اُن سب نے فیصلہ کیا کہ اس شخص کو دفنانے کی بجائے لٹکا دیا جائے اور اسے پتھر مارے جائیں اور پھر اس شخص کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

چند روز گزرنے کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے شخص کو اپنا راہنما منتخب کر لیا اور آپؓ نے اس شخص کی خدمت شروع کر دی۔ اس خدمت کرنے کی وجہ سے آپؓ کو اس شخص کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور آپؓ نے اُس شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور عبادت گزار پایا۔

کچھ ہی عرصہ بعد وہ شخص سخت بیمار ہو گیا اور اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو آپؓ نے روتے ہوئے اس شخص سے پوچھا کہ اب میرے لیے کیا حکم ہے، میں کہاں جاؤں اور کس سے دین کی تعلیم حاصل کروں؟ انہوں نے کہا کہ میرے کفن دفن کے بعد تم ''موصل'' چلے جانا اور وہاں فلاں شخص کے پاس جانا۔ اُس کے پاس دین کا صحیح علم ہے، اس سے دین کی تعلیم حاصل کرنا۔ آپؓ اُن کے انتقال کے بعد موصل چلے گئے اور اُن سے مل کر اپنا سارا حال کہہ سنایا۔ اُن عالم نے سارا واقعہ سن کر آپؓ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی اور آپؓ دین کی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں اُن کی خوب خدمت کرنے لگے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو بھی ایک نیک اور خدا ترس انسان پایا لیکن کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اُن کو مرض الموت نے آ لیا۔ آپؓ بے حد افسردہ ہوئے اور اُن سے عرض کی کہ میں دین کی تعلیم کے حصول کے لیے اپنی ناز و نعم کی زندگی چھوڑ کر گھر سے نکلا تھا۔ اب میں کہاں جاؤں اور کس سے یہ تعلیم حاصل کروں۔ انہوں نے کہا کہ ''نصیبین'' چلے جاؤ وہاں تمہیں اسی دین پر فلاں شخص ملے گا۔ انہیں میرا اسلام کہنا اور بتانا کہ میں نے تمہیں وہاں بھیجا ہے۔ اُن بزرگ کا چند دن بعد ہی انتقال ہو گیا، اُن کے کفن دفن سے فارغ ہو کر آپؓ نصیبین چلے گئے۔ وہاں اُن صاحب کا پتہ وغیرہ معلوم کر کے اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کو اپنی ساری داستان سنائی، پہلے والے بزرگ کا سلام کہا اور اُن کے پاس رہ کر دین کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے آپؓ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی اور آپؓ نے ان کی خدمت کرنا شروع کر دی۔ آپؓ نے ان صاحب کو بھی بہت نیک اور عبادت گزار پایا۔ اب چونکہ قدرت کو ایسے ہی منظور تھا تو ان صاحب کو بھی کچھ ہی عرصہ بعد بیماری اور موت نے آن لیا۔ وفات سے پہلے آپؓ نے ان سے عرض کی کہ اب میں کہاں جاؤں اور کس کو اپنا رہنما بناؤں؟ انہوں نے کہا کہ میرے بعد ''عموریہ'' چلے جانا اور وہاں فلاں شخص کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ وہ شخص ہمارے دین پر ہے اور صحیح عقیدہ رکھتا ہے۔

اُن کے انتقال کے بعد کفن دفن کے کاموں سے فارغ ہو کر آپؓ عموریہ تشریف لے گئے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جن کا پتہ پچھلے صاحب نے بتایا تھا۔ یہ والے بزرگ بستی سے الگ تھلگ رہتے تھے اور لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے نہیں تھے اور نہ ہی کسی سے زیادہ بات چیت کرتے تھے۔ آپؓ کو لگا کہ وہ آپؓ کو بھی وہاں رہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپؓ نے اُن بزرگ کو اپنی ساری داستان سنائی، آپؓ کی داستان سن کر اور دین کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق دیکھتے ہوئے اُن بزرگ نے آپؓ کو اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ آپؓ اب ان بزرگ کی خدمت میں رہنے لگے۔ آپؓ کو اُن کی خدمت کرتے کافی عرصہ گزر گیا اور آپؓ نے اس دوران دیکھا کہ بہت سے لوگ ان بزرگ کی زیارت کو آتے لیکن یہ بزرگ کسی سے بات نہ کرتے بلکہ بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے معمولات اور عبادات میں مصروف رہتے۔ پھر آپؓ کے یہ بزرگ بھی سخت بیمار ہو گئے اور اُن کا بچنا محال نظر آنے لگا تو آپؓ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ دین کی مزید تعلیم کے لیے اب میں کہاں جاؤں اور کس سے دین کا علم حاصل کروں۔ وہ کہنے لگے کہ اس وقت روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں ہے جو اس دین پر صحیح عقیدے کے ساتھ موجود ہو، لیکن جس وقت میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں گا اس وقت عرب کی سرزمین پہ اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے اپنے نبی مبعوث ہونے کا اعلان فرمائیں گے۔ پھر وہ اپنے وطن کے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت فرمائیں گے جہاں خشک سیاہ پہاڑوں اور پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ اُن کی چند واضح نشانیاں ہوں گی، وہ ہدیہ تو کھائیں گے لیکن صدقہ نہیں کھائیں گے اور اُن کے دونوں کندھوں مبارک کے درمیان میں "مہرِ نبوت" ہوگی اگر آپؓ وہاں جانے کی ہمت رکھتے ہیں تو میری نصیحت ہے کہ آپؓ وہاں ضرور جائیں اور اُن سے ملیں۔ اُن بزرگ نے اپنی بھیڑ بکریاں آپؓ کو دے دیں اور اپنے کفن دفن کے متعلق بھی ہدایات دیں۔ چند دن بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق آپؓ نے اُن کے کفن دفن کا اہتمام کیا اور کچھ عرصہ اسی بستی عموریہ ہی میں ٹھہرے رہے۔

کچھ عرصہ بعد بنوکلب کے عرب تاجروں کا قافلہ وہاں سے گزرا آپؓ نے اُن سے درخواست کی کہ اگر قافلے والے آپؓ کو بھی ساتھ لے جائیں تو اس کے عوض آپؓ اپنی گائیں اور بکریاں قافلے والوں کو دے دیں گے۔ اُن لوگوں نے یہ سودا منظور کر لیا اور آپؓ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا اور آپؓ نے اپنے سارے مویشی اُن کے حوالے کر دیئے۔

جب یہ قافلہ وادیٔ القریٰ میں پہنچا تو اُن تاجروں نے آپؓ کو دھوکہ دیتے ہوئے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ اب آپؓ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ اس یہودی کی غلامی میں رہتے ہوئے دن رات اس کی خدمت کریں۔ ایک دن اس یہودی کا چچازاد اُسے ملنے کے لیے آیا اور اس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو خرید لیا اور اپنے ساتھ یثرب (مدینہ منورہ کا پرانا نام) لے آیا۔ آپؓ نے دیکھا کہ اس علاقے میں پہاڑوں اور پتھروں کے درمیان کھجوروں کے باغات ہیں۔ آپؓ کو یہ علاقہ ویسا ہی لگا جیسا کہ آپؓ کو عموریہ والے بزرگ نے بتایا تھا، بس یہ علاقہ دیکھ کر آپؓ کے دل نے سمجھ لیا کہ یہی میری آخری منزل ہے۔ یہاں آپؓ دن بھر اپنے آقا کی خدمت کرتے، رات دن کام کرنے کے بعد آپؓ کو دو وقت کا معمولی سا کھانا مل جاتا کہ کام کرنے کی ہمت رہے اور زندہ رہیں۔ یہ دن آپؓ کے لیے بے حد سخت دن تھے لیکن آپؓ سارا دن کام میں لگے رہتے اور دھیان مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کی طرف لگا رہتا۔ ایک دن آپؓ کھجور کے ایک درخت کی چوٹی پر چڑھے کچھ کام کر رہے تھے اور آپؓ کا آقا درخت کے پاس ہی بیٹھا تھا کہ اس کا ایک ملنے والا آ گیا۔ وہ شخص سخت غصے میں تھا، اس نے آپؓ کے آقا کو بتایا کہ بنوقیلہ کے لوگ قباء میں اُس شخص کے استقبال کو جا رہے ہیں جو کہ مکہ سے ہجرت کر کے آ رہا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے۔ آپؓ نے کھجور کے درخت کی چوٹی پر کام کرتے ہوئے یہ ساری باتیں سنیں اور آپؓ کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی اور آپؓ کو لگا کہ کہیں آپؓ نیچے ہی نہ گر جائیں۔ آپؓ جلدی جلدی نیچے اترے اور بے اختیار آنے والے شخص سے پوچھا کہ خدا کے لیے مجھے دوبارہ بتائیں کہ کیا خبر ہے؟ آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر آپؓ کے آقا کو بے حد غصہ آیا

اور اس نے، آپ ؓ کو بے تحاشہ مارنا شروع کر دیا کہ تجھے کیا، تو چل اپنا کام کر۔

شام ہوئی تو آپ ؓ نے اپنے حصے کی کھجوروں میں سے کچھ کھجوروں کا ایک تھیلہ بنایا اور رسول اللہ ﷺ کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ ؓ وہاں پہنچ گئے جہاں حضور اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام ؓ کے درمیان جلوہ افروز تھے۔ حضرت سلمان فارسی ؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر، ہو کر عرض کی کہ مجھے پتا چلا ہے کہ آپ ﷺ ایک صالح اور خدا ترس انسان ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ مسافر ساتھی بھی ہیں۔ میں صدقہ کی کچھ کھجوریں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ کھجوریں لے لیں اور صحابہ کرام ؓ کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کھجوریں کھالو اور اپنا ہاتھ مبارک روک لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کھجوروں میں سے ایک بھی کھجور نہیں کھائی۔ حضرت سلمان فارسی نے اپنے دل میں سوچا کہ ایک نشانی تو پوری ہوگئی۔ اگلے دن اپنے سارا دن کے کام کاج سے فارغ ہو کر شام کو دوبارہ کھجوروں کا ایک تھیلہ لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ چونکہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے اس لیے یہ بطور تحفہ کچھ کھجوریں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کا یہ تحفہ قبول فرمایا، خود بھی یہ کھجوریں کھائیں اور اپنے صحابہ کرام ؓ کو بھی کھلائیں۔ حضرت سلمان فارسی ؓ دل میں بہت خوش ہوئے کہ یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔

تیسری دفعہ جب حضرت سلمان فارسی ؓ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ جنت البقیع میں اپنے ایک صحابی ؓ کو دفن کرنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ نے دو چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔ حضرت سلمان فارسی نے سلام عرض کیا اور ایک طرف کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے کندھوں مبارک کے درمیان مہرِ نبوت دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ اتنے میں حضور اکرم ﷺ کی نگاہ مبارک حضرت سلمان فارسی ؓ پر پڑی اور حضور اکرم ﷺ سمجھ گئے کہ حضرت سلمان فارسی ؓ کیا چاہ رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے کندھوں مبارک سے چادر سرکا دی۔

حضرت سلمان فارسی ؓ نے مہرِ نبوت دیکھی اور بے اختیار اسے بوسہ دینے کو جھکے اور ساتھ ہی زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت سلمان فارسی کی یہ حالت دیکھی تو شفقت سے تھپکا اور اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ کیا بات ہے، روتے کیوں ہو؟ حضرت سلمان فارسی ؓ نے اپنی پوری درد بھری داستان حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کہہ سنائی۔ حضور اکرم ﷺ نے سلمان فارسی ؓ کی ساری داستان بہت دلچسپی سے سنی اور پھر فرمایا کہ ان ساتھیوں کو بھی یہ داستان سنائیں۔

حضرت سلمان فارسی ؓ نے اُن سب کو بھی اپنی تمام داستان سنائی۔ تمام صحابہ کرام ؓ سن کر بہت خوش ہوئے کہ اتنی محنت اور تلاش کے بعد آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان فارسی ؓ کو اُن کی اصلی منزل تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی ؓ کے یہودی آقا سے بات کی کہ وہ حضرت سلمان فارسی ؓ کو آزاد کر دے۔ لیکن اس لالچی یہودی نے یہ شرط رکھ دی کہ مجھے اتنے درختوں والا کھجور کا ایک باغ جس میں کھجوریں لگتی ہوں اور چالیس اوقیہ سونا چاہیے، پھر وہ حضرت سلمان فارسی ؓ کو آزاد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھیں کہ اسی دن ایک صحابی ؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ عالی میں سونے کی ایک ڈلی پیش کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے وزن کرنے کا حکم فرمایا اور وزن کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ پورے چالیس اوقیہ وزن کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے وہ سونے کی ڈلی اس یہودی کو دے دی۔ پھر اپنے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ مل کر ایک زمین لی اور خود بنفسِ نفیس صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ملکر اس زمین میں کھجوروں کی وہ گٹھلیاں بوئیں۔ اس یہودی اور اُس کے ساتھیوں نے راتوں رات وہ گٹھلیاں زمین سے نکال دیں لیکن اس کے باوجود اگلے ہی دن گٹھلیاں والی جگہ پہ پودے پھوٹ گئے اور اسی سال یہ پودے درخت بن گئے اور ان میں کھجوریں بھی لگ گئیں۔ یوں اس یہودی کے پاس کوئی چارہ نہ رہا کہ حضرت سلمان فارسی ؓ کو آزاد کر دے۔

حضرت سلمان فارسی ؓ نے بہت لمبی عمر پائی۔ ان کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہیں۔

❁❁❁

توبہ کا بیان

(قسط نمبر 2)

امام غزالیؒ کی کتاب "کیمیائے سعادت" سے انتخاب

(پہلی قسط ستمبر 2016ء میں شائع ہو چکی ہے)

ترجمہ: مولانا فخر الدین احمد صدیقی

صغیرہ اور کبیرہ گناہ

توبہ کا تعلق گناہ سے ہے اور گناہ جتنا چھوٹا ہو توبہ اسی قدر آسان ہے بشرطیکہ آدمی اس پر ہٹ دھرمی اور اصرار نہ کرے۔ حدیث میں ہے کہ فرض نمازیں کبیرہ گناہوں کے سوا سب گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور گناہ کبیرہ کے سوا جو گناہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہوتے ہیں ان سب کا کفارہ جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے۔

"اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو تمہاری غلط فہمیوں کا ہم کفارہ کر دیں گے" (سورۃ النساء)

اس لیے کبیرہ گناہوں کا جاننا ضروری ہو جاتا ہے اور اس میں صحابہؓ کا اختلاف ہے۔ بعض نے سات کا کہا ہے، بعض نے زیادہ اور بعض نے کم۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا کہ وہ سات فرماتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سات سے زیادہ ستر کے قریب ہیں۔ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے احادیث اور صحابہؓ کے اقوال سے اپنی کتاب قوت القلوب میں ستر کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ چار کا تعلق دل سے ہے، ایک کفر، دوسرے گناہ پر اصرار اگرچہ وہ صغیرہ ہو۔ مثلاً کوئی برا کام کرتا ہے اور اس سے توبہ کا ارادہ اور داعیہ دل میں پیدا نہیں ہوتا، تیسرے اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا یعنی قنوط، چوتھے اللہ تعالیٰ کے غصہ سے نڈر ہو جانا۔ چار گناہ زبان سے متعلق ہیں: جھوٹی گواہی کیونکہ اس سے کسی کا حق مارا جاتا ہے۔ دوسرے کسی پر زنا کی تہمت لگانا جس سے حد واجب ہوتی ہے۔ تیسرے جھوٹی قسم کہ اس سے کسی کا مال یا اور حق ضائع ہوتا ہے۔ چوتھے جادو کیونکہ یہ ایسے کلمات ہیں جو زبان سے کہے جاتے ہیں۔ اور تین گناہ پیٹ سے متعلق ہیں۔ شراب اور دوسری نشہ آور چیز پینا، یتیم کا مال کھانا اور سود کھانا۔ دو گناہ شرم گاہ سے متعلق ہیں، زنا اور لواطت۔ دو ہاتھ سے متعلق ہیں قتل اور چوری، جس پر شرعی سزا لازم آ جائے۔ ایک پاؤں سے متعلق ہے یعنی کافر کے مقابلہ میں جنگ سے فرار جبکہ ایک مسلمان دو کافروں سے بھاگ جائے یا دس مسلمان بیس کافروں سے بھاگ جائیں۔ ہاں کافر گنتی تعداد سے زیادہ ہوں تو پھر درست ہے۔ ایک گناہ تمام بدن سے ہوتا ہے یعنی ماں باپ کو رنج پہنچانا۔

اس تفصیل کا سبب یہ ہے کہ ان میں سے بعض پر تو شرعی سزا لازم ہے اور بعض کے متعلق قرآن شریف میں سخت تہدید آئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آدمی ان سے بچے۔ یاد رہنا چاہیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار بھی کبیرہ ہے۔ گو کہ ہم کہتے ہیں کہ فرض نمازیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں مگر اس میں ذرہ برابر اختلاف نہیں کہ اگر ایک دانہ کے برابر ظلم کا بار اپنی گردن پر لے گا (حقوق العباد کی بربادی) تو اس کا کفارہ سوائے اس کے ادا نہیں ہوگا کہ صاحب حق کا حق ادا کر دے۔ الغرض جو گناہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں وہ ان گناہوں کے مقابلہ میں جو مخلوق سے متعلق ہیں بخشش کے زیادہ قریب ہیں۔ حدیث میں تین اعمال ناموں کا ذکر ہے، ایک میں وہ گناہ لکھے جائیں گے جو بخشے نہیں جائیں گے یعنی شرک۔ ایک میں وہ گناہ رقم ہوتے ہیں جو بخش دیے جائیں گے۔ وہ وہی ہیں جن کا تعلق اللہ اور بندے کے درمیان ہے اور ایک میں وہ جن سے رہائی کی امید نہیں۔ وہ بندوں کے حقوق کا دفتر ہے۔ جس بات سے کسی مسلمان کو رنج پہنچے وہ اسی قبیل سے ہے خواہ اس کا تعلق مسلمان کی ذات سے ہو یا مال سے، خواہ حشمت سے ہو یا مروت سے اور خواہ دین سے

جیسے کسی کو بدعت کی طرف بلانا کہ یہ تو اس کا دین ضائع کرنے والی بات ہے، یا مجلس آرائی کر کے ایسی باتیں کرنا کہ لوگ گناہوں پر دلیر ہو جائیں۔

وہ اسباب جو صغیرہ گناہوں کو کبیرہ بنا دیتے ہیں:

صغیرہ گناہوں میں غفور الرحیم سے بخشش کی امید رہتی ہے لیکن بعض اسباب ایسے ہیں جو انہیں کبیرہ بنا دیتے ہیں اور پھر اس کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے، ایسے اسباب چھ ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ آدمی صغیرہ گناہ پر ہٹ دھرمی کرے جیسا کہ غیبت یا ریشم پہننے کی عادت بنا لے اور لہو ولعب سمجھ کر گانا سنے۔ اس لیے کہ جو گناہ ہمیشہ ہوتے ہیں وہ دل کی تاریکی میں بڑے موثر ہوتے ہیں۔ اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ ہمیشہ ہونے والا کار خیر بہت بہتر ہے اگرچہ وہ تعداد میں کم ہو۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے پانی کا قطرہ جو مسلسل کسی پتھر پر ٹپکتا رہے تو خواہی نخواہی سوراخ کر دے گا اور اگر سارا پانی ایک دم بہا دیا جائے تو خاک اثر نہ ہو گا۔ جو شخص صغیرہ گناہوں میں مبتلا ہوا سے استغفار سے علاج جاری رکھنا چاہیے، نادم و پشیمان ہونا چاہیے اور بار دگر گناہ سے بچنے کا عزم بالجزم رکھنا چاہیے۔

حتیٰ کہ اہل اللہ نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ استغفار سے صغیرہ ہو جاتا ہے اور صغیرہ ہٹ دھرمی سے کبیرہ۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی گناہ کو حقیر جانے۔ چاہیے کہ آدمی گناہ کو بڑا جانے تو وہ خواہ مخواہ کم ہو جائے گا کیونکہ گناہ کو بڑا جاننا ایمان اور خوف کے سبب ہوتا ہے۔ گناہ کی ظلمت سے یہ امر دل کی حمایت کرتا ہے کہ اس کا اثر نہیں ہونے پاتا اور گناہ کو حقیر جاننا غفلت اور گناہ کے ساتھ مناسبت کے سبب ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ دل میں رچ بس گیا۔ بہر حال کام دل سے ہی رہتا ہے جو بات دل پہ اثر کرے وہ بڑی ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسلمان اپنے گناہ کو اپنے حق میں پہاڑ سمجھ کر ڈرتا ہے کہ کہیں مجھ پر پھٹ نہ پڑے اور منافق گناہ کو مکھی سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھتی ہے اور اڑ جاتی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ وہ گناہ نہیں بخشے جاتے جن کے متعلق یہ ذہن میں ہو کہ یہ سہل اور ہلکے ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی گناہ کے سبب خوش ہو، اسے غنیمت جانے، اس پر فخر کرے اور تعلیٰ کا مظاہرہ کرے کہ میں نے فلاں کو فریب دے دیا اور خوب لتاڑا اور اس کا مال چھین لیا، گالیاں دیں۔ مناظرے میں ہرا دیا اور ایسی واہیات باتیں کہے۔ جو شخص اپنی ہلاکت وتباہی پر خوش ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا دل سیاہ ہو گیا۔ یہی بات اس کی ہلاکت وخرابی کا باعث ہو گی۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے اور انسان یہ سمجھ کر کہ یہ میرے اوپر عنایت ہے اس بات سے نہ ڈرے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہو اور میرے لیے آسانی کی ہو کہ میں بالکل تباہ اور ہلاک ہو جاؤں۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ اپنے گناہ کو ظاہر کر دے اور اللہ کے پردے کو اپنے اوپر سے اٹھا دے کہ شاید اور لوگ بھی اس کے سبب سے اس گناہ کی رغبت کریں۔ ان کی رغبت ومعصیت کا وبال اسے حاصل ہو گا اور اگر کسی کو صریحاً ترغیب دی اور گناہ کے اسباب مہیا کیے کہ وہ سیکھ جائے تو دوہرا وبال ہو گا۔ بزرگان سلف نے کہا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی خیانت نہیں کہ مسلمان کی نظر میں آدمی گناہ کو آسان اور ہلکا کر دے۔

چھٹا سبب یہ ہے کہ عالم مقتدا ہو کر گناہ کرے کہ اس کے سبب سے دوسرے دلیر ہو جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ بات بری ہوتی تو فلاں عالم وغیرہ نہ کرتا۔ مثلاً کوئی عالم ریشمی لباس پہنے اور بادشاہوں کے پاس جائے، ان سے مال لے کر، مناظرے میں سفاہت اور بے وقوفی کی باتیں کرے۔ اپنے دور کے علماء پر طعن کرے۔ مال وجان کی کثرت کے سبب فخر کرے تو ظاہر ہے کہ اس کے شاگرد بھی اس کی پیروی کریں گے اور استاد ہی کی مثل ہو جائیں گے۔ پھر شاگردوں کے شاگرد ان کی اقتدا کریں گے اور ہر ایک کے سبب بستی کی بستی تباہ ہو گی۔ اس لیے کہ ہر ہر بستی کے لوگ ان میں سے کسی نہ کسی کے معتقد ہوں تو سبھی کی تباہی کا وبال مقتدا کے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ اس لیے اسلاف نے کہا

ہے کہ جس کے مرنے کے ساتھ اس کے گناہ بھی مر گئے تو وہ نیک بخت ہے اور ایسے کم بخت بھی ہوتے ہیں کہ ان کے ہزار برس کے بعد تک ان کے گناہ باقی رہتے ہیں۔ علماء بنی اسرائیل میں سے ایک نے توبہ کی تو اس دور کے رسول پر وحی آئی کہ اس سے کہہ دیا جائے کہ اگر تیرے گناہ تیرے اور میرے درمیان ہوتے تو میں تیری توبہ قبول کر لیتا۔ اب تو نے اکیلے توبہ کی ہے اور جنہیں تو گمراہ کر چکا ہے وہ ویسے ہی مجرم ہیں ان کا کیا ہوگا؟ اس لیے علماء بڑے خطرات کا شکار ہیں کہ ان کا ایک ایک گناہ ہزار ہزار گناہوں کے برابر ہے۔ اسی طرح عبادت ہزار ہزار عبادتوں کے برابر ہے اس لیے کہ جو ان کی پیروی کرتے ہیں ان کے سبب ثواب بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اہل علم پر لازم ہے کہ گناہوں سے بچیں۔ کبھی ہو جائیں تو پوشیدگی کا اہتمام کریں۔ اگر کوئی مباح کام ہو جس کے سبب غفلت کی وجہ سے لوگوں کی دلیری کا خطرہ ہو تو اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔ بقول امام زہریؒ پہلے تو ہنستے کھیلتے تھے اب جو مقتدا ہوئے تو مسکراتے بھی نہیں حتیٰ کہ عالم کی لغزش اور چوک نقل کرنا بھی درست نہیں کہ اس سے لوگ گناہ پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ مخلوق کی برائیوں کو چھپانا لازم ہے تو عالم کی برائی کو چھپانا زیادہ لازمی ہے۔

سچی توبہ کی شرط اور علامت:

توبہ کی بنیاد تو پشیمانی ہے اور اس کا ثمر وہ ارادہ ہے جو ظاہر ہو۔ پشیمانی کی علامت تو یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہمیشہ حسرت میں مبتلا رہے۔ گریہ وزاری اور تضرع سے اس کا کام ہو جائے، اس لیے کہ جو اپنے آپ کو ہلاک ہوتے دیکھتا ہے وہ غم و حسرت سے کیسے خالی ہوگا؟ پھر اگر آدمی کو ان امور سے خوف و حسرت پیدا نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ گناہ کے نقصان ابھی الم نشرح نہیں ہوئے اور جس قدر یہ آگ تیز ہوتی ہے اسی قدر گناہوں کو سیاہ مٹی بنانے میں زیادہ موثر ہوتی ہے کیونکہ گناہوں کے سبب آدمی کے آئینہ دل میں جو زنگ لگ جاتا ہے اور جو تاریکی چھا جاتی ہے، حسرت و ندامت کی آگ کے سوا کوئی چیز اسے دور نہیں کر سکتی۔ اس کی سوزش سے آدمی کا دل اور رقیق ہو جاتا ہے۔ حدیث میں توبہ کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کا حکم دیا کیونکہ ان کا دل رقیق ہوتا ہے اور دل جتنا صاف ہوا چلا جاتا ہے اتنی ہی گناہوں سے نفرت بڑھتی ہے اور گناہ کی حلاوت تلخی سے بدل جاتی ہے۔ پھر ایک گناہ نہیں سب گناہوں سے نفرت ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جو گناہ اس نے کیا تھا اسکے زہر ہونے کا سبب یہ تھا کہ اس میں اللہ کی ناراضی تھی اور سب گناہوں کا یہی حال ہے۔ اس پشیمانی کے سبب جو ارادہ پیدا ہوتا ہے وہ تین زمانوں سے متعلق ہے۔ حال، ماضی، مستقبل۔ حال سے یہ بات متعلق ہے کہ سب گناہ ترک کر کے فرائض میں مشغول ہو جائے۔ مستقبل کا معاملہ یوں ہے کہ تمام عمر گناہوں سے بچنے کا عزم کرے اور ظاہر و باطن میں اللہ سے عہد کرے کہ گناہ نہیں کروں گا اور فرائض میں کوتاہی نہیں ہوگی جیسے جس بیمار کو یہ معلوم ہو کہ فلاں میوہ مجھے نقصان دیتا ہے اور یہ جان کر عزم کرے کہ اب وہ نہیں کھاؤں گا اور عزم کرتے وقت سستی اور تردد نہ کرے گو کہ ممکن ہے کہ خواہش پھر غالب آ جائے اور ممکن نہیں کہ آدمی توبہ کو نباہ سکے۔ ہاں عزلت، خاموشی اور لقمہ حلال سے جو پیدا کر لیا ہو اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ جب تک مشتبہ چیزوں سے آدمی دستبردار نہیں ہوتا توبہ کامل نہیں ہوتی اور جب تک خواہشات کو ترک نہیں کرے گا مشتبہات سے بچ نہ سکے گا۔ اسلاف نے کہا ہے کہ جس پر کسی چیز کی خواہش غالب ہو وہ وقت اٹھا کر اور تکلیف برداشت کر کے سات بار اس چیز سے ہاتھ روکے تو اس چیز کا ترک آسان ہو جائے گا۔ رہ گیا ماضی تو اس سے یوں تعلق رکھتا ہے کہ گزشتہ گناہوں کے تدارک کی فکر کرے اور غور کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں میں سے کس کس کا حق میں نے ضائع کیا۔

اللہ تعالیٰ کے حق دو قسم پر مشتمل ہیں۔ فرائض ادا کرنا اور گناہوں سے بچنا۔ فرائض کے بارے میں چاہیے کہ آدمی جس دن سے بالغ ہوا ہے اس دن سے ایک ایک دن کا خیال کرے، اگر نماز فوت ہوگئی ہے یا کپڑا پاک نہیں رکھا، یا اس کی نیت میں فتور تھا اور یہ لاعلم تھا یا عقائد میں خلل تھا تو جتنی نمازیں نہیں ہوئیں سب کو قضا کرے اور جس تاریخ سے مالدار ہوا ہے اس تاریخ سے حساب کر کے جتنی زکوٰۃ نہیں دی ہو تو سب کا حساب کر کے زکوٰۃ دے یا اگر رمضان کے روزوں میں کوتاہی کی یا نیت

بھول گیا یا اس کی شرط ادا نہیں کی تو روزوں کی بھی قضا کرے۔ ان میں سے جسے یقین جانتا ہے ان کی تو قضا کرے جن میں شک ہے ان میں جس طرف ظن غالب ہو اسے اختیار کرے اور غور و تامل کر کے جس قدر یقینی ہو اس کا حساب کر لے، باقی قضا کر لے۔ اصل بات تو یہی ہے اور جس میں ظن بھی غالب ہے اسے بھی منہا کر لے گا تو درست ہوگا۔ رہ گئے گناہ تو انہیں ابتدائے بلوغ سے دیکھنا چاہیے کہ آنکھ، کان، ہاتھ، زبان، معدہ وغیرہ اعضاء سے کیا کیا گناہ کیے ہیں۔ اگر کبیرہ گناہ ہیں جیسے زنا، لواطت، چوری، شراب نوشی اور دوسرے وہ گناہ جن پر شرعی حد واجب ہے تو ان سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ حاکم کے سامنے جا کر اقرار کرنا ضروری نہیں کہ وہ حد جاری کرے بلکہ گناہوں کو پوشیدہ رکھے۔ توبہ اور کثرت عبادت سے ان کی تلافی کرے اور صغائر ہوں تو بھی ایسا ہی کرے، ان کی تلافی کرے تا کہ وہ کام ان گناہوں کو مٹا دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں'' (ھود)

گناہوں سے جو تاریکی پلے پڑی اس کے مقابلہ میں نیک کاموں سے نور و معرفت نصیب ہو اور وہ تاریکیوں کو دور کر دے بلکہ دنیا میں جو جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ ہر خوشی کے مقابلہ میں دنیا کی ایک ایک تکلیف برداشت کرے کیونکہ دنیوی خوشیوں کے سبب دل دنیا میں اٹک جاتا ہے اور جو رنج برداشت کرے گا اس کے سبب دل دنیا سے نفرت کرے گا۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ مسلمان کو جو رنج پہنچتا ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ رنج ہی ان کا کفارہ ہو سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ غم و اندوہ، عیالداری اور معیشت کی تکلیف کے سوا کوئی دوسری چیز کفارہ نہیں بنتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس بندے کے بہت گناہوں اور کفارے کے لیے کوئی عبادت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کفارے کے لیے اس کے دل میں رنج پیدا فرما دیتے ہیں۔

رہ گئے بندوں کے حقوق تو آدمی کو چاہیے کہ ہر ایک کے ساتھ اپنے معاملے کا حساب کر لے بلکہ پاس بیٹھنے اور بات کرنے کا بھی حساب کر لے تا کہ اس پر کسی کا بھی حق ہو یا اس نے کسی کو رنج پہنچایا ہو یا کسی کی غیبت کی ہو تو اس سے چھٹکارا ہو جائے۔ جو چیز لوٹا دینے کی ہو لوٹا دے جو معافی کی ہو معاف کر لے۔ کسی کو قتل کیا ہو تو اسکے ورثاء کے سپرد کر دے کہ وہ قصاص لے سکیں یا معاف کر دیں۔ کسی کا قرض ہو تو اسے تلاش کر کے دے دے۔ وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دے دے۔ یہ باتیں اہل علم اور تاجروں کو بہت مشکل ہیں اس لیے کہ ان کے معاملات بہت ہیں، جن جن لوگوں کی غیبت کی ہے ان کا تلاش کرنا مشکل ہے اور جب ایسا مشکل ہے تو پھر یہی شکل ہے کہ عبادت بکثرت کرے اتنی کہ اگر قیامت کے دن تمام اہل حق کو عبادت میں سے ایک حصہ دے کر حق ادا کر دیا جائے تو اس کی نجات کو پھر بھی بچ جائے۔

توبہ کی مداومت:

جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے اسے چاہیے کہ اس کے تدارک اور کفارے میں جلدی کرے۔ اسلاف نے کہا ہے کہ آٹھ کام ایسے ہیں جو گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ چار کا تعلق دل سے ہے، ایک توبہ یا توبہ کا قصد اور اس بات کا ارادہ کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اس امر کا خوف کہ اس کے سبب مجھ پر عذاب ہوگا اور معافی کی امید۔ اور چار کا تعلق بدن سے ہے۔ ایک توبہ کہ دو رکعت نماز پڑھے۔ اس کے بعد ستر بار استغفار کرے اور سو بار سبحان اللہ العظیم و بحمدہ پڑھے، صدقہ کرے اور جس قدر ہو سکے روزہ رکھے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ زبانی استغفار کے وقت دل میں خوف و ہراس اور تضرع کا جذبہ ہو اور دل ندامت سے خالی نہ ہو۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائے تو توبہ کا عزم مصمم نہ بھی ہو تب بھی انسان کی بخشش کی امید ہے۔ تاہم غفلت کے ساتھ زبانی استغفار بھی بالکل فائدہ سے خالی نہیں، کم از کم زبان بے ہودہ باتوں سے بچے گی اور چپ رہنے سے تو بہتر ہوگا اس لیے کہ زبان کو جب نیک عادت پڑ جائے گی تو گالی گلوچ اور بے ہودہ گفتگو کی بہ نسبت استغفار کی زیادہ رغبت ہوگی۔

توبہ کی تدبیر کا بیان:

جولوگ توبہ نہیں کرتے ان کے متعلق جاننا چاہیے کہ کس وجہ سے گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔ اس قسم کے اسباب پانچ ہیں اور ہر ایک کا علاج جدا جدا ہے۔ پہلا سبب تو یہ ہے کہ آدمی کا آخرت پر ایمان ہی نہ ہو یا اسے آخرت میں شک ہو۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خواہش اس قدر غالب آگئی ہو کہ آدمی گناہ چھوڑنے کی طاقت نہ رکھے اور دنیا کی لذتوں میں ایسا کھو گیا اور آخرت کے خطرات سے غافل ہو گیا ہو۔ اکثر لوگ زندگی کے حریص ہوتے ہیں۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ آخرت کا تو ابھی وعدہ ہی وعدہ ہے اور دنیا نقد موجود ہے۔ آدمی کی طبیعت نقد مال کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اور جو اُدھار چیز اس کی آنکھ سے دور ہوتی ہے اس کے دل سے بھی دور رہتی ہے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ مسلمان دن بھر تو توبہ کے قصد وارادہ میں رہتا ہے لیکن پھر دوسرے دن پر اٹھا رکھتا ہے اور جو خواہش سامنے آتی ہے کہتا ہے اسے تو کرلوں پھر کچھ نہ کروں گا۔

پانچواں سبب یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ ضروری نہیں کہ یہ گناہ جہنم میں لے جائے بلکہ ممکن ہے۔ اور آدمی کو اپنے حق میں اچھا گمان رکھنا چاہیے جب کوئی خواہش غالب ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ اللہ معاف کردے گا اور رحمت کی امید رکھنی چاہیے۔ لیکن جو شخص آخرت کو ادھار جانتا ہے اور دنیا کو نقد ہونے کے سبب ترک نہیں کرتا اور آخرت چونکہ آنکھوں سے دور ہے اس لیے اسے دل سے بھی دور رکھتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ یہ بات سمجھ لے جو چیز یقیناً آنے والی ہے وہ آکر رہے گی۔ اتنی سی بات ہے کہ جب آنکھ بند ہوگی تو آخرت موجود ہوگی اور ممکن ہے کہ یہ بات آج ہی ہوجائے یعنی وہ ادھار نقد ہوجائے اور نقد خواب و خیال۔ اور جو شخص ترک لذت نہیں کرسکتا اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب پل بھر کی اس خواہش سے صبر نہیں کرسکتا تو آتش دوزخ کا کیسے تحمل کرے گا اور بہشت کی لذتوں سے کیونکر صبر آسکے گا۔ آدمی بیماری کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ کسی چیز کو مرغوب نہیں رکھتا لیکن اگر طبیب چاہے وہ یہودی ہو یہ کہہ دے کہ یہ پانی نقصان دے گا تو خواہش کے باوجود آدمی اسے ترک کردیتا ہے اور یہاں تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کے مطابق ابدی سلطنت کی جو امید ہے وہ زیادہ بہتر ہے کہ ترک شہوت کرکے آدمی حاصل کرلے اور وہ شخص جو توبہ میں تاخیر کرتا ہے اسے کہنا چاہیے کہ تم کاہے کو بھولے بیٹھے ہو۔ توبہ کے لیے کل کا انتظار کیوں کر رہے ہو کل کا دن آئے گا، یہ کیوں ضروری ہے، تیری موت آج بھی تو ہوسکتی ہے۔

فصل:

اگر کوئی شخص اپنے بعض گناہوں سے تو توبہ کرے اور بعض سے نہ کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ چیز محال ہے کہ کوئی شخص زنا سے تو توبہ کرے لیکن شراب سے نہ کرے اس لیے کہ اگر گناہ سمجھ کر زنا سے توبہ کی ہے تو شراب بھی حرام اور گناہ ہے۔ شراب کے ایک پیالہ سے توبہ کرنا اور دوسرے سے نہ کرنا کیسے ممکن ہے؟ حرمت اور گناہ میں تو دونوں برابر ہیں تو گناہ میں یہی بات ہے کہ معاملہ یوں نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ آدمی زنا کو شراب سے زیادہ برا جانے اور اس سبب اس سے محض توبہ کرلے یا یہ سمجھ کر شراب سے توبہ کرلے کہ شراب زنا سے برا ہے اور یہ زنا اور دوسرے برے کاموں میں مبتلا کرنے کا باعث ہے یا مثلاً ایک آدمی غیبت سے تو یہ کرلے اور شراب سے نہ کرے اور اس کا گمان یہ ہو کہ غیبت مخلوق سے متعلق ہے اور اس میں خطرہ زیادہ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شراب خوری سے تو توبہ کرے لیکن کثرت شراب نوشی سے منہ موڑ لے اور یہ سوچے کہ جتنی زیادہ پیوں گا اسی قدر عذاب زیادہ ہوگا اور میں اپنی خواہش سے باز نہیں آسکتا کہ بالکل شراب پینی ترک کردوں، ہاں زیادہ پینے سے کرسکتا ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ شیطان جب ایک گناہ میں مجھے عاجز کردے اور وہ کرنا ہی پڑے تو دوسرا گناہ جس میں میں عاجز نہیں وہ بھی کرنے لگوں۔ یہ سب باتیں ممکن ہیں مگر یہ جو حدیث میں آیا ہے (التائب حبیب اللہ) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ان اللہ یحب التوابین)۔

مساعی جمیلہ

ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا
دورہ باغ، آزاد کشمیر

تحریر: امجد محمود اعوان، اسلام آباد

باغ پاکستان کے زیر انتظام آزاد جموں و کشمیر کے دس اضلاع میں سے ایک ہے۔ اسے 1988ء میں ضلع پونچھ سے الگ کر کے جداگانہ ضلعی حیثیت دی گئی۔ ضلع باغ کے شمال میں ضلع مظفر آباد، جنوب میں ضلع پونچھ، مغرب میں پاکستان کا صوبہ پنجاب اور مشرق میں بھارت کے زیر انتظام کشمیر سے جڑا ہوا ہے۔ اس ضلع کا کل رقبہ 1368 مربع کلومیٹر ہے۔ ضلع باغ دو شاہراہوں کے ذریعے ریاست کے دارالحکومت مظفر آباد سے منسلک ہے۔ ایک راستہ سدھن گلی اور دوسرا کوہالہ کی جانب سے آتا ہے۔ ضلعی صدر مقام باغ شہر ہے جو مظفر آباد سے 100 کلومیٹر اور راولاکوٹ سے 46 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ضلع باغ 1500 میٹر سے 2500 میٹر سطح سمندر سے بلند ہے۔ 2005ء میں کشمیر میں آنے والے زلزلے میں یہ سب سے زیادہ متاثر ہونے والا علاقہ تھا۔ اسی باغ آزاد کشمیر کے کمیونٹی ہال میں برکات نبوی ﷺ کے موضوع پر ایک پروگرام 9 اکتوبر 2016ء، 11 بجے دن رکھا گیا جس کے تمام انتظامات سلسلہ عالیہ کے ساتھی سردار غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنی خصوصی کاوش سے کیے۔

8 اکتوبر 2016ء کو ناظم اعلیٰ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ، صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان دارالعرفان منارہ سے اسلام آباد مرکز میں دن ایک بجے پہنچے۔ نمازِ ظہر اور کھانے کے بعد 3 بجے اسلام آباد سے براستہ مری ایکسپریس وے کوہالہ پل پر 5:30 بجے شام پہنچے۔ جہاں دو نوجوان موٹر سائیکل پر موجود تھے اور ہماری رہنمائی کر کے چمن کوٹ تک چھوڑنے آئے۔ یہاں سے آگے دھیر کوٹ ہے۔ ارجہ کراس سے پہلے سردار غلام مصطفیٰ صاحب کے بڑے بھائی سردار غلام مرتضیٰ خان چغتائی نے اپنی گاڑی ہماری رہنمائی میں آگے لگا دی۔ ان کی گاڑی پر الاخوان کا جھنڈا لگا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی میں اس جھنڈے کی مہر نبوت چاند کی طرح چمک رہی تھی اور نور بکھیر رہی تھی۔

رات 8 بجے ہمارا قافلہ باغ سے تھوڑا آگے ایک گاؤں چھتر ملد یالاں پہنچا۔ لمبے سفر کی تھکن کے باوجود ناظم اعلیٰ نے کھانے سے فارغ ہو کر ذکر قلبی کروایا، ذکر کی نشست کے بعد آپ آرام کے لئے لیٹ گئے۔ صبح 10 بجے باغ شہر کے لئے روانہ ہوئے جہاں کمیونٹی ہال کے قریب ایک ساتھی راشد محمود کے گھر پہنچے۔ اس موقع پر موجود خواتین و حضرات کی ایک کثیر تعداد کو مخاطب کرتے ہوئے ناظم اعلیٰ نے ذکر کی اہمیت پر بیان کیا اور ذکر بھی کرایا۔ جس کے بعد چائے کا پروگرام تھا۔

چائے سے فارغ ہو کر ہال کی طرف روانہ ہوئے۔ ہال پہنچنے پر تمام حاضرین نے مہمان خصوصی کا استقبال کیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا۔ اس پروگرام کے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ہمارے میزبان سردار غلام مصطفیٰ خان نے انجام دیئے۔ تلاوت قرآن مجید حافظ افضال احمد نے کی۔ حضرت جی مدظلہ العالی کا نعتیہ کلام راجہ ساجد نذیر خان جو کہ الاخوان ضلع باغ کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں نے پیش کیا اور نعتیہ کلام کے بعد صاحب مجاز جناب یوسف حمید صاحب نے الشیخ مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا تعارف پیش کیا اس کے بعد پروگرام کے مہمانِ خصوصی جناب صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان نے خطاب کا آغاز تلاوت کلام سے کیا اور ایک حدیث بیان فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

قابل صد احترام حاضرین محفل! مجھے یہاں پہلی دفعہ حاضری کا موقع ملا ہے۔ یہ 1960ء کی بات ہے جب حضرت مولانا اللہ یار خانؒ اور حضرت مدظلہ العالی یہاں تشریف لائے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن سے مولانا

تونسویؒ جیسی شخصیات بھی ظاہری علوم حاصل کرتی تھیں اور جب میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ یہ وہ راہ ہے کہ یہاں کیسی کیسی ہستیاں تشریف لائیں اور مخلوقِ خدا کو اسی قلبی تعلق سے جوڑا اور چودہ سو سال کا طویل فاصلہ کاٹ کر وہی برکات انڈیلیں۔ اللہ کریم ہمیں یہ احساس عطا کردے کہ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت ﷺ کی برکات کو آگے پہنچانے کا سبب بن گئے ہیں۔ یہ باتیں جو آپ سے میں عرض کرنے لگا ہوں، یہ ایک دردِ دل ہے جو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ قرآن کی آیت ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ: 284)

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

اور حدیث شریف جو بیان کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامِ قیامت تب تک نہ ہوگی جب تک اس دارِ دنیا میں اللہ اللہ کرنے والے لوگ موجود ہوں گے۔ خالقِ کائنات نے بے شمار مخلوق پیدا کی ہے اور احسن تقویم اس مخلوق کو فرمایا جو کہ بشر ہے۔ اس جیسی اور کوئی تخلیق نہیں ہے۔ عام جاندار میں اللہ کریم نے یہ صلاحیت رکھ دی ہے کہ وہ کھاتا ہے، سنتا ہے، دفاع کرتا ہے، بچوں کو پالتا ہے، انہیں سکھاتا ہے۔ اگر بحیثیت انسان اور اشرف المخلوقات ہم یہی سب کچھ کرکے یہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کرلیا ہے تو یہ غلط فہمی ہوگی۔

اللہ نے انسان کو عمومی تخلیق سے بڑھ کر صلاحیت عطا فرمائی اور محض بچوں کو پالنا، انہیں وسائل مہیا کرنا، یہ انسانیت کی عظمت نہ ہوگی۔ عظمت انسانیت کچھ اور ہے۔ انسان کو وہ فہم، وہ سوچ عطا فرمائی جو کسی اور مخلوق کے پاس نہیں۔

اس سوچ و فکر کی استعداد مختلف ہے اور اس کی تقسیم الگ ہے۔ جب ہم زندگی کے معمولات میں اپنی سوچ و فکر سے عملدرآمد شروع کر دیتے ہیں تو پھر وہاں جھگڑے ہوتے ہیں، فساد ہوتے ہیں۔ جب ہم اس پہلو کو سامنے رکھ کر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ہمیں ایسے نظام پر چلنے کی ضرورت ہے جو کہ ہمارا بنایا ہوا نہ ہو بلکہ اس خالق کا بنایا ہوا ہو جس نے ہمیں تخلیق کیا۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور اس نے تم کو کان عطا فرمائے اور آنکھیں اور دل تاکہ تم شکر کرو۔ (النحل: 78) شکر گزار بندے تک پہنچنے کی استعداد کو فرمایا کہ پہلی حس دیکھنے کی ہے اور دوسری حس سننے کی ہے جس سے عمومی علم حاصل کیا جاتا ہے، جن سے اپنے لئے بہتر اور بہترین کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے: وَالْاَفْـِٕدَةَ اس سے مراد قلب ہے۔ یعنی جب ان دونوں علوم کا امتزاج، یعنی علوم ظاہر اور باطن کا امتزاج مکمل ہوتا ہے تو پھر تم اللہ کے شکر گزار بندے بنتے ہو۔

شعبہ تصوف کوئی مافوق الفطرت شعبہ نہیں ہے۔ جھاڑ پھونک کا نام نہیں ہے۔ یہ شعبہ باطن کی صفائی اور اس کی جلا کا ہے۔ جو اس ٹوٹے ہوئے رشتے کو بارگاہِ رسالت ﷺ سے جوڑتا ہے۔ ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق: 16)۔۔۔ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ باطن کی صفائی سے بندے کو یہ احساس نصیب ہو جاتا ہے کہ میرا رب، میرے روبرو ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔

اب اگر لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ یہ شعبہ بھی دنیا کے حصول کا ہے تو پھر ایسا ہی ہے جیسے جوہری ہیرے جواہرات کی دکان سے پتھر اور مٹی کے ڈھیلے اکٹھے کر رہا ہے۔ جب نورِ نبوت ﷺ کی آنکھ سے دیکھا جائے گا تو ان دنیوی عہدوں، مال و جاہ سے بڑھ کر اللہ کی رضا ہے۔ اس رضائے باری کا راستہ اتباعِ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس بشر پر اللہ کریم کا کرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے یہ جستجو عطا فرمائی کہ وہ اللہ کا نام لے سکتا ہے۔ اُسے جاننے کی راہ اختیار کرسکتا ہے۔ یہی تصوف ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔ ذکرِ الٰہی کا حکم قرآن مجید میں براہِ راست موجود ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کا حکم ہے۔

دین کے مختلف شعبے ہیں جن میں سے جہاد ایک شعبہ ہے۔ جب ہم اس شعبہ کے اندر غور کریں تو یہ اتنا ضروری اور اہم ہے جتنے دوسرے شعبے ہیں۔ اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ صرف جہاد اسلام ہے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ کہہ دیا جائے کہ دعوت و تبلیغ دین ہے تو اس پر اعتراض اٹھے گا۔ اسی طرح اگر یہ کہہ دیا جائے کہ درس و تدریس دین ہے تو یہ بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ ان تمام شعبوں کو جب اکٹھا کیا جائے تو پھر اسلام کی عمارت مکمل ہوتی ہے۔ یہ مختلف شعبہ جات ہیں جو تین حصوں میں منقسم ہیں: ایمان، عبادات اور

معاملات۔ ایمان ہے کہ شرائط ایمان لائیں۔ عبادات ہیں فرض، سنت، نوافل، مستحب اور پھر آگے معاملات ہیں۔ حلال و حرام، صحیح غلط۔

ذکر الٰہی بندے کے اندر یہ احساس پیدا کر دیتا ہے کہ مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔ ذکر قلبی ہر شعبہ کی ضرورت ہے بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ہر شعبہ کی روح ذکر الٰہی ہے۔ یہ تمام شعبوں کے ساتھ متصل ہے۔ یہاں دنیا میں ایک کورٹ سے سمن آجائے تو فوراً پیش ہوتے ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ اگر یہاں بروقت پیش نہ ہوا تو اگلا حکم اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس وقت میں اور آپ روبرو بیٹھے ہیں۔ آپ میری بات سن رہے ہیں۔ کیوں سن رہے ہیں؟ اس لئے کہ آپ کو احساس ہے کہ روبرو بیٹھے ہیں۔ اسی طرح میں بیان کر رہا ہوں تو آپ کی موجودگی ہے تو کر رہا ہوں۔

یہ ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس حدود وقیود کا پابند کر رہا ہے اور ایک دوسرے کا لحاظ ہے۔ جب اس کو ہم اس پر لے آئیں کہ میرا اللہ میرے روبرو ہے، مجھے دیکھ رہا ہے۔ اب جب عملی زندگی میں میں جھوٹ بولوں یا حرام کھاؤں یا دھوکہ دوں تو اس وقت وہ احساس، جو روبرو ہونے کا ہے، وہ کہاں ہے؟ ایمان کا وہ حصہ کہاں ہے کہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سورۃ الحدید: 4) (تم جہاں کہیں بھی ہو، تمہارا اللہ تمہارے ساتھ ہے)۔ جب ان پہلوؤں پر غور کریں گے تو پھر ہمیں برکاتِ صاحب الصلوٰۃ والسلام کی اہمیت کا اندازہ ہوگا کہ اگر یہ قلوب میں آجائیں تو پھر بندے کو وہ احساس نصیب ہوتا ہے کہ بندہ اللہ کے روبرو ہے۔ پھر اپنی زندگی کے ہر عمل پر اس کی نظر ہوتی ہے کہ آیا وہ اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق ہے یا نہیں۔

میں جو نعمت عظمیٰ آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں، وہ ہے ذکر قلبی۔ جیسے بھی حالات ہوں، تنگی ہو، بیماری ہو، مشکلات کے پہاڑ ہوں لیکن ذکر قلبی بندے کو ایسے سکون مہیا کرتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں اطمینان اور سکون دیا تھا۔ پھر ہر بات میں یہ پیمانہ رہ جائے گا کہ میرا اللہ مجھے کیا حکم دیتا ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران: 31) اللہ آپ کے امور میں برکت دے گا۔ مزاج میں ٹھہراؤ دے گا۔

سلاسل تصوف میں طریقۂ ذکر مختلف ہیں۔ لوگ اس میں پھنس جاتے ہیں کہ یہ طریقۂ ذکر کہاں لکھا ہے، میں کیوں کروں۔ میرے عزیز! یہ کہاں لکھا ہے کہ تسبیح دانوں والی پر ہی پڑھی جائے یا Counter پر پڑھی جائے۔ یہ ذرائع ہیں، مقصد اللہ کا نام لینا ہے۔ طریقۂ ذکر مختلف ہیں اور اگر کسی ایک طریقۂ ذکر کو کہہ دیا جائے کہ یہی طریقۂ ذکر ہے اور باقی نہیں تو یہ درست نہیں ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں جو طریقۂ ذکر ہے، اسے ذکر قلبی کہتے ہیں۔

آپ تبلیغ سے منسلک ہیں، درس و تدریس سے منسلک ہیں، کاروباری ہیں، کسی بھی شعبۂ زندگی سے ہیں، آپ جہاں ہیں، وہاں اخلاص درکار ہے۔ وہاں اتباعِ محمد الرسول اللہ ﷺ درکار ہے۔ تو ذکر الٰہی ان میں خشوع وخضوع پیدا کرے گا۔ طریقۂ ذکر میں پہلا لطیفہ قلب ہے۔ وجود انسانی دو حصوں، روح اور جسم کی آمیزش ہے۔ وجود انسانی کے بنیادی اعضاء دل، دماغ، گردے، پھیپڑے اور جگر ہیں۔ اسی طرح روح کے بنیادی اعضاء لطائف یعنی قلب، روح، سری، خفی اور اخفاء ہیں۔ پہلا لطیفہ قلب ہے اور حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب کسی کا پہلا لطیفہ راسخ ہو جائے تو اس کی بخشش کے لئے یہ کافی ہے۔ لطیفہ قلب کرا دینا اور کر لینا یہ ایک بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسے راسخ کیا جائے۔ اس کے لئے ہر فرد نے خود محنت کرنی ہے۔ دو وقت یہ عمل اختیار کرنا ہے، مغرب کے بعد اور فجر سے پہلے۔ قبلہ رخ بیٹھ کر پہلے پڑھ لیں:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ. وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ...اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ...اَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ...بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

پھر سانس اندر جائے تو لفظ اللہ دل کے اندر آئے اور سانس باہر جائے تو ھو کی چوٹ بائیں طرف جہاں دھڑکن محسوس ہوتی ہے، وہاں لگے۔ یہ عمل ایک ہفتہ اللہ کی رضا کے لئے کر کے دیکھیں۔ ان شاء اللہ اپنے ایسے عمل جو غلط کر چکے ہیں، اس پر شرمندگی ہوگی اور نیک عمل کی جستجو پیدا ہوگی۔

طریقۂ ذکر بتانے کے بعد ناظم اعلیٰ نے حاضرین محفل کو ذکر قلبی کروایا۔ ذکر کے بعد بہت درد دل سے دعا کی۔ بعد ازاں حاضرین نے

ناظم اعلیٰ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

اس موقع پر سردار امتیاز زمان نے ناظم اعلیٰ کو اپنے گھر کی دعوت دی جو کہ باغ شہر کے وسط میں تھا۔ ناظم اعلیٰ ہمراہ میزبان کے وہاں تشریف لے گئے۔ ریٹائرڈ ایڈیشنل چیف سیکرٹری آزاد کشمیر حکومت سردار ریاض خان، جسٹس سردار اظہر سلیم بابر ہائیکورٹ آزاد کشمیر، ڈاکٹر حامد یوسف انجمن تاجران باغ کے سابق صدر اور سردار افتخار محمود خان، سردار عباس اور دیگر نے وہاں مہمان خصوصی کا استقبال کیا۔ ان احباب کے علاوہ دیگر شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی وہاں موجود تھے جنہیں ناظم اعلیٰ نے ذکر قلبی کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔ ان سب نے پورے انہماک سے آپ کی بات سنی اور شوق کا اظہار کیا کہ دارالعرفان منارہ ضرور حاضر ہوں گے۔ وہاں موجود احباب نے مختلف موضوعات پر سوال کئے جن کے جواب ناظم اعلیٰ نے بڑے مدلل انداز سے دیئے۔ نشست کے بعد سردار امتیاز زمان کے بیٹے وقاص امتیاز خان نے اپنے خاندان کو ذکر کرانے کی درخواست کی جس کو ناظم اعلیٰ نے قبول فرماتے ہوئے وہاں موجود مرد و خواتین کو ذکر قلبی کرایا۔ اس کے بعد احباب نے اپنے مختلف امراض کے لئے ناظم اعلیٰ سے نقش بھی لئے۔ اس نشست کا دورانیہ مسلسل 3 گھنٹے تھا اور فراغت کے بعد سردار مصطفیٰ کے گھر کی طرف واپسی ہوئی۔

واپسی 4:30 بجے شام چھتر ملک یالاں پہنچے۔ دن کا کھانا کھایا اور ساتھ ہی مغرب کا وقت ہو گیا۔ ادائیگی نماز کے بعد وہاں موجود خواتین و حضرات کی کثیر تعداد نے ناظم اعلیٰ سے طریقہ ذکر سیکھا اور پھر ذکر بھی کیا۔ اس کے بعد دیگر ساتھیوں کے ساتھ محفل ذکر ہوئی جن میں سردار امتیاز اور ان کے ہمراہ ملک نعیم ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر بھی حاضر خدمت ہوئے۔ یہ نشست رات 10:30 بجے ختم ہوئی اور اس کے بعد ناظم اعلیٰ آرام کے لئے لیٹ گئے۔

10:30 بجے ہماری واپسی کا سفر شروع ہوا۔ ہمارا قافلہ تین گاڑیوں پر مشتمل تھا۔ ایک گاڑی ہمارے میزبان سردار غلام مرتضیٰ کی تھی جو ہماری رہنمائی کے لئے آگے تھے اور ایک گاڑی سیکورٹی کے افراد پر مشتمل ہمارے پیچھے تھی۔ انتہائی خطرناک سفر سے گزرتے ہوئے ہم براستہ چکار مظفر آباد پہنچے جہاں ہمارے ساتھی احتشام، ناظم اعلیٰ کے منتظر تھے۔ انہوں نے مظفر آباد سے پہلے ہی استقبال کیا اور رہنمائی کر کے ہمیں اپنے گھر لے گئے جہاں پر دن کا کھانا کھانے کے بعد نمازِ ظہر ادا کی۔ وہاں موجود خواتین و حضرات کو ذکر قلبی کرانے کے بعد واپسی کا سفر شروع کیا۔

(بقیہ حصہ صفحہ نمبر 21 پر)

دعائے مغفرت

1۔ بگوال، سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی خان محمد سرویا
2۔ بگوال، سیالکوٹ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فیاض کی والدہ محترمہ
3۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد حسین۔
4۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد شفیق شفیع کی اہلیہ محترمہ۔
5۔ خیرا یجنسی تحصیل ملاگو ضلع پشاور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حسین محمد کی اہلیہ محترمہ۔
6۔ صوابی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی زیبار علی کی والدہ محترمہ۔
7۔ بہاولنگر سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نذیر احمد عاصم۔
8۔ بہاولپور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار یٰسین۔

وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت سٹاف

لاہور میں جمیل ماربل فیکٹری کو درج ذیل کام کے لیے سٹاف کی ضرورت ہے۔

- کسٹمر ڈیلنگ + منشی + آفس بوائے
- ماربل کٹائی مشین
- ماربل رگڑائی + پالش
- معقول تنخواہ + رہائش
- رکشہ ڈرائیور

صرف سلسلہ عالیہ کے ساتھی رابطہ کریں

0301-4501111

042-36636622

طب

کاجو
Cashew Nut

حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا

پندرہویں صدی کے آخر میں دریافت کیا گیا۔ یہ پھل برازیل کے شمال مشرقی ساحلی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں یورپین تاجر اسے انڈیا اور مشرقی افریقہ لے آئے۔ ہندوستان میں اسکی فصل بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اسے غیر ممالک میں بھجوا کر سالانہ کروڑوں روپے زرمبادلہ کماتا ہے۔ یہ بادام سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ کاجو کے درخت میں نومبر سے فروری تک پھول لگتے ہیں۔ پھل مارچ سے مئی تک پکتا ہے۔ درخت سے جو کاجو گرتے ہیں انہیں چُن لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی کاجو کی فصل ہوتی ہے۔

ایک درخت سے 20 تا 30 پونڈ پختہ ہو کر کاجو گرتے ہیں۔ مگر کئی درخت ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں سے اسکی فصل دوگنا ہوتی ہے۔ کاجو کو مزید ذائقہ دار بنانے کے لیے گرم ریت اور لوہے کی کڑاھیوں میں بھونا جاتا ہے۔

کاجو بادام کی طرح انتہائی مقوی میوہ ہے۔

مزاج:

کاجو کا مزاج گرم تر ہے۔

مقدار خوراک:

گری کی مقدار 6 گرام تا 25 گرام تک ہے۔

اور اگر اسکا آئیل استعمال کرنا ہو تو 3ml سے 6ml تک استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فوائد:

کاجو نسوں کی کمزوری اور وٹامن بی کی کمی کو دور کرتا ہے۔ جوانی کی حفاظت کرتا ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری کے لیے مفید ہے۔ کاجو میں موجود آئرن (لوہے) کی مقدار جسم میں خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔ کاجو کو بھون کر نمکین بنایا جائے تو اس کا ذائقہ اور مزے دار ہو جاتا ہے۔

جسم کو موٹا کرتا ہے۔ 15 تا 20 گرام کاجو کھا کر اوپر سے تھوڑا سا شہد چاٹ لیا جائے تو انتہائی مفید ہے۔

خرابی خون، ریاحی امراض، بواسیر، کوڑھ، سفید داغ، خونی دست، دل کی کمزوری، نسوں کی کمزوری کا کامیاب علاج ہے۔

اس میں موجود پروٹین جلد ہی جسم میں بہت اچھی طرح ہضم ہو جاتی ہے اور اس سے یورک ایسڈ نہیں بنتا۔

اس کی چھال کا جوشاندہ دینے سے سنگرہنی کا مرض دور ہو جاتا ہے۔ کمزوری دماغ کے لیے اسے صبح خالی پیٹ کھا کر اوپر سے خالص شہد استعمال کرتے رہنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر قبض ہو تو منقی دانے نکال کر اسکے ساتھ استعمال کرنے سے قبض میں افاقہ ہوتا ہے۔

اس کے تیل کو کوڑھ کے مقام پر لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ کاجو کا پھل اسہال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا استعمال ہیضہ سے بچاؤ کے لیے بھی موثر ہے۔ بیکٹریل انفیکشن کی صورت میں اسکا اندرونی اور بیرونی استعمال کیا جاتا ہے۔

معدے کے السر میں اس کا استعمال مفید ہے۔ خون کے بہنے کو روکتا ہے اور زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ بخار کو کم کرتا ہے۔ بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔ ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے۔ جسمانی تھکن کو دور کرتا ہے۔ دانت اور مسوڑھوں کی بیماریوں کو ٹھیک کرتا ہے۔ کینسر سے محفوظ رکھتا ہے۔

مضر اثرات: گردے اور پتے کی پتھری میں مبتلا افراد کو اسکے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

ارشادِ نبوی ﷺ: کثرت سے حج اور عمرہ کرنے والا غریب اور محتاج نہ ہوگا ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

احباب سلسلہ کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ اور بہترین سروس کیساتھ۔

ساتھیوں کو گروپ کی شکل میں بھی بھیجا جاسکتا ہے
ایڈوانس رابطہ کیجئے۔

سستے ترین عمرہ پیکیج

اکانومی
بجٹ اکانومی پلس سٹارز ہوٹلز
پیکیجز دستیاب ہیں

اور تمام ائرلائنز کی ٹکٹیں ایڈوانس بکنگ کیساتھ فوری دستیاب ہیں
نیز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے
ورک ویزوں کے پراسس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

العروج انٹرنیشنل ٹریولز

IATA PIA Come Fly With Us & PSA

GOVT LIC 2223

اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR-1559

اکال والا روڈ عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ
0334-6289958
0334-0694165
046-2511559
046-2512559
WhatsApp: 0334-6289958
Email:alarooj@hotmail.com

اعوان اسٹیٹ اینڈ کنسٹرکٹرز پرائیوٹ لمیٹڈ اسلام آباد

اسلام آباد سی۔ڈی۔اے Rawal Enclave سے ملحقہ انتہائی خوبصورت لوکیشن پر Rawal Enclave ٹاؤن میں

4 مرلہ | 5 مرلہ | 7 مرلہ | 10 مرلہ | ایک کنال

کے پلاٹس آسان اقساط اور نقد ادائیگی پر دستیاب ہیں۔

نیز اسلام آباد میں اپنے پلاٹس، مکانات کی خرید و فروخت کے لیے اعتماد سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

گھروں اور پلازوں کی تعمیر مکمل بمعہ میٹریل اور لیبر ریٹ پر کروانے کے لیے رابطہ کریں۔

رابطہ برائے تعمیرات خالد اعوان
0333-5610690

مبین اعوان
0333-5003376

امجد اعوان
0333-5102235

ایڈریس ہیڈ آفس نمبر 02: ایف ٹین، ون خورشید مارکیٹ اسلام آباد

Sub آفس نمبر 02: فسٹ فلور اعوان آرکیڈ مین ڈبل روڈ سواں گارڈن اسلام آباد

051-5738915
awanbuilders@hotmail.com

Worship is a personal matter between Allah (SWT) and an individual. An individual develops a bond with Allah (SWT) by worshipping and thus cleanses his heart and seeks forgiveness of his sins. In practical life, he has to deal with his fellow beings, which have rights over him. Now, a person who holds such a weak bond with Allah (SWT) and His Prophet (SAWS), that he cannot fulfill his own duties towards Allah (SWT), than how can it be expected of him, that his dealings with fellow beings will be done in accordance with Allah (SWT) and His Prophet (SAWS)?

Allah (SWT) enjoins upon believers: *"Verily Allah and His Angels send their benedictions upon the Prophet. O' you who believe! Send your benedictions also upon him and salute him with a goodly salutation".* (AHZAAB: 56) This is a command which demands uninterrupted compliance. It is not being ordered that any fixed number should be done nor is there any specific time for these salutations; rather it is enjoined that salutations are to be sent, incessantly, to the extent that the obligation is rightfully fulfilled.

We have heard the word Darood so often but we do not know, what does it stand for and what is its meaning? Darood stems from the word which means an action which never stops and which will always goes on. Thus, Darood means an activity that will go on forever, without interruption. So, when Quran enjoins upon believers about Darood, that does not mean that they should engage themselves in reciting Darood, all the time. How will then, they manage other affairs of life? What does it actually mean?

Remember, there are three aspects that are related with Darood; three classifications, in all. The first aspect of Darood deals with the acceptance of Prophet (SAWS)'s Exalted Status from the depth of one's heart and once done, this feeling should never diminish. This acceptance and maintenance of Prophet (SAWS)'s Sublime Status, is also a form of Darood. Such a person who believes in the Prophet hood of Allah's Messenger (SAWS), in Him (SAWS) being the Last Prophet of Allah (SWT), and then stays firm in his belief, is actually practicing a perpetual form of Darood.

A second and more important form of Darood is practiced when we deal with people in our daily practical life and we conform to the limits of morality set by Prophet (SAWS). We try to follow the Sunnah of Prophet (SAWS), in every thing we do, be it trading, marriage (Nikah), friendship or even enmity. What ever we do in our life, if our hearts have respect for Prophet (SAWS), and we obey Him (SAWS), in every action, then our entire routine life, becomes a Darood, itself. When obedience to Prophet (SAWS) is done, it invokes Allah's Mercy and of it the biggest share will go to the Prophet (SAWS), the Noble Mercy for the Entire Realms, who taught us the way of doing things

In other words, whenever the Sunnah of the Prophet (SAWS) is practiced, across the globe, it invokes Allah's Mercy that is showered upon the followers of Sunnah; but it is showered manifolds, upon the Prophet (SAWS) also, who taught them, the right ways of life. When a person tries to act according to Sunnah, throughout his daily routine, then all those acts of obedience become Darood, for him. In other words, he is sending perpetual Darood upon the Prophet (SAWS), as well as, causing Allah's Mercy to descend upon Him (SAWS), continuously.

The third type or stage is that we send Darood and Salutations upon the Prophet (SAWS). So, if we have the first two levels of Darood, what would the third do, alone? If the first floor of a building is destroyed where will the upper levels stand? If the beliefs and the relationship levels are marred, which are like the first floor, nothing remains intact on the second or third floor. However, if the first floor remains intact but the second floor is damaged, even partially, then one day it will

(Continued from Page 55)

life but the response from the other side is, in opposition and denial. On the Day of Judgment it will be very difficult for the mankind to justify, the denial to the call, of such a Compassionate Personality, the Prophet (SAWS). When it will be asked that how could they turn down the affection of the most loving Person, the Prophet (SAWS), who kept on inviting them towards Allah's Mercy, selflessly? How could they be so arrogant that they became oblivious of their worth and disregarded the Love of such a Great Person, the Prophet (SAWS)?

All other sins and crimes set aside, the denial of Prophet (SAWS)'s call to faith is the gravest of all sins, for which mankind will have no answer and they will have no excuse to present. Those who accept His (SAWS) message, face a strange dilemma; they accept only verbally that they believe in Him and will obey Him (SAWS). They promise not to take anyone except, Allah (SWT), as worthy of worship and declare that they believe in the Prophet (SAWS), as the Messenger of Allah (SWT). But does this verbal acceptance, fulfill the requisites of believing, in essence? Does it endorse or does justice to what believing really means? If a doctor tells us not to take water for half an hour after medicine but we start drinking water, instantly, in front of him, what would it denote? Can we say we accepted his instructions? Can we say we believed in him?

Similarly, we accept the creedal statement and agree to Allah (SWT)'s Greatness and the Messenger ship of Allah's Messenger (SAWS), but when it comes to deeds, we act in defiance to the commands. We may look, for instance, at our worships; how many of us observe them with conscious effort and preparation? In fact, our bond with worships is so weak that minor illness makes us careless of worship.

Nowadays, there is a new syndrome; people say my mood is off, today, so I could not, even pray. I fail to understand this syndrome which does not involve any medical disorder such as fever or headache. What is a bad mood, after all? When is the mood right? Ironically, people do not skip their meals with a bad mood; they go to their work places, like every day, and do all their necessary chores.

One of our old companions of Zikr, Hakim Khuda Baksh was a very witty man. May Allah bless him with higher levels. He would say that if he can walk to the fields for answering the call of nature, he has no justification for not going to the mosque, for prayers. If he can go out of his house for other needs why cannot he go to the mosque for prayers? What excuse can he present? When he was very old and his eyesight had blurred, he would still walk to the mosque, with a lamp in his hand. One day, I asked him that your eyesight is so poor, does this lantern light help you in seeing the path? He said that he cannot see in this light but as he has become so accustomed to the path, he finds the way. I said then why do you carry the lantern? He said that he carries it so that others may see him and may not bump into him, by mistake. Even at that stage he was not ready to make an excuse for not going to the mosque, for prayers. He would say that when he can walk around for other chores then why he cannot go to the mosque for prayers.

It is a connection, a bond, called faith (Imman) which compels you to obey Allah (SWT).Faith is what we call Passion and without faith, Love and Passion have no existence. The Noble Companions (RAW) had this Passion and Love, about whom the Noble Quran tells us that they would anxiously wait for a new Commandment, to be sent by Allah (SWT), so that they could execute it with all their hearts and souls. This was their attitude towards Islam. Quran explains their behavior that they never felt tired of executing what had already been revealed unto the Prophet (SAWS); they would rather look impatiently at the Noble face of their Beloved Prophet (SAWS), waiting for a new revelation to be conveyed to them, so that they could fulfill it, with dedication.

WHAT DAROOD SHARIF REALLY MEANS

(Part-I)

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

7 May 2004

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ
عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

Sura Tauba Aya 128

In the name of Allah, the Most Gracious, the most Merciful.

Assuredly, there has come to you a Messenger from among yourselves; heavy upon him is whatever harasses you, and who is solicitous for you and is unto the faithful, Tender and Merciful.

The most Exalted and Gracious Allah (SWT) conveys the glad tidings to mankind that He (SWT) has sent His Messenger (SAWS) unto them; who is their greatest well wisher and who feels their pain. Whenever a person stumbles, it is His (SAWS) Noble heart that grieves.

This divine proclamation is for the entire mankind. It is being explained that in this world, you do not find compassion for one another and all relationships, bonds of love and friendship are driven by personal greed and motives. Everyone seeks benefits from others and as long as they are beneficial, the relationship stays intact and love is showered upon him/her. As soon as the person does not remain useful, all the love and friendship fizzles out and even the relatives forget the relationship they had with him/her. In such a world of selfishness, Allah (SWT) announces that He (SWT) has sent His Prophet (SAWS), who feels the pain and anguish of the entire mankind. He (SAWS), is saddened by their sorrow and wants to save and protect them from all troubles in life. He (SAWS) supplicates for their welfare and desires for them to be saved from doom.

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ *Oh mankind! He (SAWS) yearns for your salvation to the extent of greed; He (SAWS) is not interested in anything but only seeks ME.* He (SAWS) has nothing to do with the entire world and what it offers and expects nothing from anyone, in return. If you are rich, He (SAWS) does not covet any material gains from you. If you are powerful, He (SAWS) does not expect any favor from you. In short, whatever excellence you may have, He (SAWS) is not in need of any favor from any one, nor is a seeker of any share from it. Yet, He (SAWS) is the one who loves you all; who grieves over your sorrow and wants to protect you from them. In this pursuit, He (SAWS) exerts His entire energies and efforts. Though uninterested in any worldly gain, whatsoever, when it comes to your welfare He (SAWS) is very keen. When it comes to protecting you from the hardships of this world and the eternal life, He (SAWS) goes to the extent of in- satiated greed. And when anyone from you accepts His (SAWS) call and becomes a believer, then for him, He (SAWS) is the most Tender and Merciful. بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ *For the believers, He (SAWS) is the most forgiving and an embodiment of Mercy.* These are the Noble Attributes of the Prophet (SAWS), as stated by Allah (SWT).

Friendship is not a one sided relationship; where love is extended from one side and the other side answers, with spite. A person is wishing his friend all the best in

impulses; and this is possible only in *Zikr-e Qalbi*. (*Fatah al-Bari*, vol: III, p: 23-27)

Notes: In fine, a *Mustajab ad-D'awãt* is one:

- who has cultivated a sincere connection with ALLAH;
- whose heart has ceased to be attracted by the creation;
- who has purified his soul; and
- who is perpetually remembering ALLAH.

These attributes are only found in accomplished *aulia*. Therefore, they are *Mustajab ad- D'awãt* persons.

Sheikh Ibn ul-Hammam in his book *Salat al-Mominin*, recommends that a supplication should be preceded by these words:

[Arabic] *Al-Hamd-o li ALLAH-i Rabbil A-lamin; al-Hay yil-Qayyum, al-Aliy yil-Azim, war-Rahman nir-Rahim, as-Sa'mi al-Alim, al-Awwal, al-Qadeem, al-Halim, al-Hakim. Hamdãn ka<u>th</u>iran, tayyiban, mubara-kãn, fihi hamdãn yu-affi ne'amahu, wa yu-kafi mazi-dahu, wa la tuhsi <u>th</u>na-àn alaihi, huwa kama athna ala Nafsihi falakal-hamdu hatta tardha.*

[Translation] Praise be to ALLAH, the Sustainer of the worlds, the Living, the Eternal, the Self-Subsisting, the Exalted, the Almighty, the most Gracious, the most Merciful, the All-Hearing, the All-Knowing, the First, the Eternal, the Compassionate, the Wise. All praise be to ALLAH! Sincerely blessed, in it has the praise that equates and fulfils His Grace (Beneficent) countless. Thanks be to Him as He deserves thanks for Himself until satisfaction.

Then he should say:

[Arabic] *ALLAH-humma sal-li wa sal-lim wa shar-rif wa kar-rim wa az-zim alã Ra-suli-ka say-yidina Muhammad-e nin Nabiy-yil ummiy-yil tahir riz-zakiyyi wa alã ãlihi tay-yiblna wa sahbi-hil-muhaqiqina wa sal-lim alai-him tasli-mãn ada-da zaka-ra az-zaki-runa wa ghafala àn zikri-hi-mul ghafi-lûn.*

[Translation] O ALLAH! Peace and blessings be on Your exalted Messenger (SAWS), our Master, Muhammad (SAWS), the unlettered Prophet, the pure, the sinless and upon his good family, his truthful and sincere Companions and peace be on them as much as the *zikr* of those who do *zikr*, and as much as the forgetfulness of those who keep him not in their remembrance.

Now he should ask ALLAH for what he wishes.

(Continued From Page 52)

be weakened, enough to fall down and eventually pull down the third storey, as well.

However, there is a strange phenomenon. The Blessed Name of the Prophet (SAWS), is so auspicious and fortunate that it is beyond the comprehension of human intellect. If a person begins with the third level of sending Darood and Salutations to the Prophet (SAWS) and keeps on sending them, in abundance, then it serves to repair the two levels, beneath this level. It is not customary, that you ignore the first and second storey of a building and maintain only the third one and they improve automatically. This is not possible, rather it is seen that when the two unattended levels fall, they also destroy the third level.

The Blessed Name of the Prophet (SAWS) has such Blessings (Barakat) that even when a wrong doing believer, starts to repeat and send Darood, in abundance, it starts reforming his character, which in turn strengthens his faith. In other words, he is repairing the third storey which is automatically beautifying the other two storey and also making them, durable. To think about Prophet (SAWS) is worship, to take his Blessed Name is worship, to follow in his Noble Footsteps is worship, to become His (SAWS) slave is worship.

(To be Continued...)

pious) would seek forgiveness. (51: 18)

- One should turn one's face towards the Ka'bah while supplicating.
- There must be sincerity of intention and purpose.

  Therefore, (O believers!) pray to ALLAH making religion pure for Him only. (40: 14)

  The Prophet(SAWS) said, "The Divine acceptance of deeds is dependent on the sincerity of intention."
- The supplication should be made while sitting in a respectful posture, using the following method:

  Spread and raise the hands to the level of the shoulders with the elbows apart. Filled with feelings of perfect reverence and humility, commence the prayer with the Most Beautiful Names of ALLAH. The wording of the supplication should be as laid down in the *Qurãn* and the *Sunnah*, seeking intercession of the Prophets and the *aulia*. At the end, slip the hands over the face. (***Tuhfa tuz-Zakirin***, p: 41)
- Every supplication should be preceded by a noble act.
- It should not be against the norms of sympathy for the kith and kin and mankind.
- It should not be for things unlawful and sinful.
- It should not be for obvious impossibilities.
- No undue haste should be shown towards immediate acceptance; and in the case of non-acceptance, one should not cease to supplicate.
- Righteousness is a pre-requisite for becoming *Mustajab ad-D'awãt* as per the *Qurãnic* injunction:

  ...ALLAH accepts only from those who are righteous. (5: 27)

And the 'righteous' has been defined by the Prophet(SAWS) in these words:

No one can become righteous until he refrains from a thing though apparently lawful, yet may lead to something unlawful. (***at-Targhib***, vol: II, p: 559)

Note: It is imperative for the righteous to shun doubtful wealth, food, garments, etc. because anyone who eats what is unlawful will have the Fire as his abode; and the dweller of the Fire cannot be righteous.

Non-acceptance of the Supplications

Those whose supplications are not answered should not be blamed; for it is normally due to non-fulfilment of any of the conditions laid down for the purpose. For example:

1. due care was not exercised in the matter of food and garments, or
2. undue haste was shown, or
3. it was for something sinful or was against the norms of sympathy for the kindred, or
4. it was granted but attainment of the objective was delayed in the best interests of the suppliant or for some other reason in Divine knowledge. (***Fatah al-Bari***, vol: III, p: 22)

Note: It is a fact that sometimes a supplication though accepted, manifests the effect after a lapse of time. For example, the prayer of Prophet Musa(A.S.) for the ruination of Pharaoh was granted but only after forty years. Prophet Y'aqub(A.S.) proclaimed, "...I shall ask forgiveness for you of my Rabb." (12: 98), but its effect appeared after eighteen years. Similarly, the prayer of Prophet Zakariah(A.S.) was granted, but his son was born after thirteen years.

Writes Allama Ibn-e Hajr on the subject:

The acceptance of supplications of a person who is habituated to, and loves to such an extent that he remains conscious of Him in every breath, asleep or awake, is a widely recognised fact. Such a man is *Mustajab ad-D'awãt* and is blessed with the acceptance of his prayers. This state of perpetual absorption is achieved by one whose heart has completely rejected all non-Divine

OFFICES OF THE AULIA IN DETAIL

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

CHAPTER-XI
Continued

But it does not mean that non-acceptance in any way belittles their exalted status. On the other hand, some prayers of ordinary beings are also granted; even the request of Satan, the outcast, was granted.

My Rabb! Reprieve me till the day when they are raised. (15: 36)

Hence no one qualifies as a *Mustajab ad-D'awāt*, if one or more of his prayers are granted.

Conditions and Etiquettes of Supplication

There is certain etiquette for supplication before the Sovereign Rabb and a number of conditions for its acceptance. The *Qurān* and Hadith emphasise that adherence to these conditions is imperative for the acceptance of a supplication:

- The sustenance of a suppliant must be lawful and wholesome. Commands ALLAH:

  O mankind! Eat of that which is lawful and wholesome on earth... (2: 168)

  O you Messengers! Eat of the good things and do right. (23: 56)

  Narrates Ibn-e Abbas that when these verses were recited before the Prophet(SAWS), Sa'ad bin Abi Waqqas stood up and requested him to pray for his becoming *Mustajab ad-D'awāt*. The Prophet(SAWS) replied, "O Sa'ad! Eat of the lawful food and you will become the one. By the Rabb in Whose hand is my life, when a human being eats an unlawful morsel, none of his pious deeds receive Divine and anyone who has raised himself up with unlawful provisions, hell is the proper abode for him." (***at-Targhib***, vol: II, p: 547)

  The Prophet(SAWS) quotes from the *Qurān*, "*You who believe! Eat of the good things wherewith We have provided you...*" (2: 172), and goes on to relate the story of a person, who undertakes a long journey; his hair is disheveled and dusty, who throws up his hands in supplication and cries out, "O Rabbi! O my Preserver!" but his sustenance is not lawful and wholesome; how can his prayers be granted? (***al-Muslim***)

- Purification of garments, made from lawful earnings.

  And the garment of restraint from evil that is the best. (7: 26)

  And your garments do purify. (74: 4)

  Said the Prophet(SAWS), "Anyone who earns unlawfully and uses his earnings—say, for making a shirt for himself—none of his prayers shall meet ALLAH's acceptance so long as he is wearing that shirt." (***at-Targhib***, vol: II, p: 548)

- Purification of the body from both minor and major pollution. Declares ALLAH:

  ...here are men who love to purify themselves. ALLAH loves the purifiers. (9: 108)

- Supplication to be made before the dawn of each day.

  And before the dawn of each day, (the

MONTHLY
Al-Murshid

January 2017
Rabi-ul-Awal/Rabi-ul-sani 1438h

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ سبق المفردون قالوا وما المفردون يا رسول الله
قال الذاكرون الله كثيرا والذاكرات ۔۔۔ (رواہ مسلم)

Narrated by Abu Huraira (RAU) that Prophet (SAWS) said: "Mufarradun have gone ahead". The Companions of Holy Prophet (RAU) said:" Allah's Messenger, Who are Muffaradun?" The Prophet (SAWS) replied: "They are those males and females who remember Allah (SWT) (Zikr), in abundance.

A constant endeavour is required from those who follow the path of Tassawuf. There comes no phase where progress may continue without striving for it. One has to toil along till the last moment. (Page No 11)

Al-Sheikh Maulana
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

PS/CPL # 15
COLLEGE ROAD, TOWNSHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فورا سن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کرسکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کرسکتے ہیں۔ 03235205255